۷۸۶

خطبہ صدارت

جو

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دام فیضہم

نے

جمعیۃ علماء ہند کے بارھویں سالانہ اجلاس منعقدہ جونپور

۲۸، ۲۹ ربیع الثانی و یکم جمادی الاول ۱۳۵۹ھ

مطابق ۷۔۸۔۹ جون ۱۹۴۰ء میں پڑھا

قیمت ۴ر

حج ٹریفک کی مختصر تاریخ

۱۹۳۰ء کے ابتدائی سہ ماہ تک مغل لائن کے علاوہ دو خالص اسلامی جہاز راں کمپنیاں غازی اور شوشتری اس ٹریفک میں حصہ لے رہی تھیں۔ لیکن ٹرنر ماریسن کمپنی عرف مغل لائن نے تباہ کن ریٹ وار (تخفیف کرایہ) کے ذریعہ ۱۹۳۰ء کے اختتام تک شوشتری کمپنی کو اور اس کے دوسرے ہی سال یعنی ۱۹۳۱ء میں غازی کمپنی کو بھی اس لائن سے ہٹا کر حج ٹریفک کی واحد اجارہ داری کا پروانہ حاصل کر لیا۔

۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۷ء کے آغاز تک اس ٹریفک کی واحد اجارہ داری مغل لائن کو حاصل رہی۔ اور اس دور اجارہ داری میں حاجیوں کو جن تکالیف و مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے، ان مشکلات کی داستانوں سے تمام اخبارات سیاہ اور حج کمیٹیوں کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ اس ہفت سالہ دور اجارہ داری میں خراب سے خراب غذا دی گئی۔ اکثر و بیشتر ۱۴-۱۵ روز سے قبل کبھی جدہ نہیں پہنچایا گیا۔ وہ کونسے ستم تھے جو حاجیوں پر نہ توڑے گئے اور کارکنان عملہ جہاز کے آمرانہ سلوک نے تو سفر حج کو نمونہ سقر بنا رکھا تھا۔ آخر کار زمانہ نے کروٹ لی۔ اور تاریخ نے اپنا باب پلٹا۔ اور ۱۹۳۷ء میں مسلم زعماء، تجار اور عوام کی کوشش اور درخواست پر مشہور ہندوستانی جہاز راں کمپنی سندھیا اس آبہائی ممنوعہ حج ٹریفک) میں داخل ہوگئی جس سے مغل لائن کی واحد اجارہ داری کا نظام درہم برہم ہو گیا۔

اس ہفت سالہ دور اجارہ داری میں معمولی اور ممکنہ آرام و سہولت بہم پہنچانے کیلئے بھی تینوں پورٹ حج کمیٹیاں۔ پورا اسلامی پریس۔ مختلف امراء حج اور اکثر بیشتر مسلمان لیڈر اندرون و بیرون کونسلات میں مطالبہ کرتے رہے۔ صرف یہی نہیں کہ مغل لائن نے ان سب کو ٹھکرا دیا۔ بلکہ ہمیشہ یہی جواب

بقیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ فرمایئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وبارك وسلم۔ اما بعد

حضرات! اِس نازک اور پُرفتن زمانہ میں جبکہ چاروں طرف انتہائی بے چینیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ وہ عظیم الشان سلطنتیں جو کہ خدائے ربّ العالمین کو بھولتی ہوئی اور اپنی مادی قوتوں اور نئے نئے اسلحہ پر گھمنڈ رکھتی ہوئی کوسِ لمن الملك بجاتی اور علی الاعلان قولاً اور فعلاً کہتی تھیں مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ، آج مٹتی جارہی ہیں جدھر کان لگا کر سنتے ہیں۔ ادھر زبان حال سے یہی آواز سنائی جارہی ہے۔ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَھُمْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْھُمْ قُوَّۃً۔

جن شہنشاہیتوں کو یہ زعم تھا کہ اگر آسمان بھی ہم پر ٹوٹ پڑے گا تو سنگینوں پر ہم اُس کو اٹھالیں گے ، جن طاقتوں کو اپنی بحری افواج اور دریائی سواریوں اور آلات کی بنا پر یہ دعویٰ تھا کہ ہم سمندروں کے خدا اور اکیلے مالک ہیں۔ جن دماغوں نے نظر نہ آنیوالے سب سے زیادہ قریب غیر مادی خدا کو بالکل بھلا ہی نہیں دیا تھا۔ بلکہ اس کے خلاف اعلان دشمنی کر رہے تھے۔ آج انگشت بدندان ہیں آج وہی آرام گاہیں جن پر اُن کو ناز تھا حسب ارشاد ارجعوا الی ما اترفتم فیہ ومساکنکم لعلکم تسئلون ان کے لئے جہنم کی وادیاں بنی ہوئی ہیں۔ اوپر سے بھی آگ برستی ہے

اور نیچے بھی آگ برستی ہے۔ بڑے بڑے جہاز ڈوبکر انہیں سمندروں میں غرق ہو رہے ہیں جو کہ ان کے مملوک اور آماجگاہ تھے وہ قومیں جنہوں نے انسانی دنیا اور مشرقی ممالک کو نئے نئے اسلحہ سے فنا کے گھاٹ اتارا تھا آج انہیں کو نئے ہی نئے اسلحہ تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ آج وہی بھلایا ہوا خدا جس نے تمام عالم کو پیدا کیا تھا۔ یاد آ رہا ہے اور "یوم دُعا" منایا جاتا ہے۔ یومئذ یتذکر الانسان وانی له الذکری۔

آج دنیا کے نقشے بدل رہے ہیں۔ آزاد قومیں غلام بن رہی ہیں۔ اقویاء ضعفاء کی صفوں میں اور ضعفاء اقویاء کی صفوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ معمولی معمولی سپاہی بڑی قوموں پر بادشاہت اور ڈکٹیٹری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور بڑے بڑے بادشاہ اور شہزادیاں عظیم الشان وزراء اور سپہ سالار سرگردان و پریشان در بدر حیران و پریشان پناہ ڈھونڈھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ٹھوکریں کھا رہے ہیں ضاقت علیهم الارض بما رحبت کا منظر سامنے ہے۔ چاہ کن را چاہ درپیش ہے۔ غیرت الٰہی جوش پر ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں جانیں منٹوں اور گھنٹوں میں ضائع ہو رہی ہیں۔ زمین پر خون کے دریا بہہ رہے ہیں۔ مشرقی اقوام اور ضعیف انسانوں اور ایشیائی افریقی آبادیوں کا خون رنگ لا رہا ہے۔ ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

ہندوستان اپنی غلامی کی کڑیوں میں جکڑا ہوا بے دست و پا عاجز و ناتوان ہو کر جس میں وہ صدیوں سے مبتلا اور معذب ہے۔ آسمان کی طرف نہایت بیچینی اور اضطراب سے آنکھ اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہا ہے۔ رحم و کرم الٰہی کا منتظر ہے۔ زبان حال و قال سے کہہ رہا ہے کہ اے ہمارے پیدا کرنے والے پالنے ہم کو اس عذاب الیم سے جلد از جلد چھڑا دے۔ ہمکو تو نے کیوں بے یار و

مددگار چھوڑ دیا۔ ہمارے ظالم صیادوں کو تو کب تک ڈھیل دیگا۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ ۝

خدا شرے برانگیزد کہ خیرے مادراں شد

تو ہی تو سب کا مالک ہے۔ تجھی نے تو ہم کو بھی پیدا کیا ہے۔ تو ہی ہمارا بھی پالنے والا ہے ہم بھی تو تیرے ہی بنائے ہوئے ہیں۔ مانا کہ ہم گنہگار ہیں، مانا کہ ہم مجرم اور نالائق ہیں، مگر تیرا رحم و کرم تو سبھی کی پرورش کرتا ہے۔ سبھی کی سنتا ہے۔ سبھوں پر رحم کھاتا ہے۔ ہم کب تک ذلیل و خوار کئے جائیں گے۔ ہم کب تک جور و ظلم کے شکار بنے رہیں گے ہم کب تک فقر و فاقہ قحط و افلاس، بیکاری و بے روزگاری، جہالت و سفاہت وغیرہ کی لعنتوں میں دبے رہینگے

گرم تا کے بماند این بازار

اے منتقم حقیقی اللہ اور ۱۶۰۰ء سے ۱۹۴۷ء تک کے بے پناہ مظالم اور اس درندگیت کا جس نے ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں نہیں بلکہ اربوں تیرے بنائے ہوئے بندوں کو بگاڑا، نہیں نہیں بلکہ اُن کو عذاب الیم میں مبتلا کر کے نہایت سخت دلی سے موت کے گھاٹ اُتارا ہے بدلہ لے، اور ہم کو اپنے رحم و کرم کی گود میں جگہ دے ہمارے یتیم بچوں ہماری ضعیف العمر بیواؤں۔ ہمارے آفت رسیدہ بڈھوں، ہمارے زخم خوردہ دلوں، اور دماغوں کی آہ و بکا سُن، اور ہمارے چھنے ہوئے مجد و شرف، فارغ البالی اور خوشحالی کو عطا فرما۔ ہم ناتواں ہیں، ہم ضعیف و کمزور ہیں۔ ہم برباد کئے ہوئے ہیں۔ ہم ذلیل و خوار بنائے ہوئے ہیں ہماری ہر عزت و رفعت کو جس کو تو نے دیا تھا۔ ان شقی القلب گرگوں نے مٹا دیا ہے۔ ہم میں ان بھیڑیوں نے اسقدر تفرقہ ڈال دیا ہے کہ بھائی بھائی کے خون تک کا پیاسا ہے۔ ہمکو اسقدر نہتا اور کمزور بنا دیا ہے کہ ہم اپنے گھر اور عیال کی بھی کسی طرح حفاظت نہیں کر سکتے ہمکو اسقدر

کنگال اور مفلس بنا دیا ہے کہ کروڑوں جانیں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر ملک الموت کی نذر ہوئی جاتی ہیں۔ ہمارا جنت نشان ملک جہنم نشان بنا دیا گیا ہے۔ ہماری دستکاریوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا ہے۔ ہماری تجارتوں کو ملیا میٹ کر دیا گیا ہے۔ ہماری حکومتوں کو نیست و نابود کر دیا گیا ہے ہمارے علوم اور کمالات کو مٹا دیا گیا ہے۔ ہماری زراعت و کاشتکاری کو تباہ کر دیا گیا ہے ہماری بے شمار دولت کو لوٹ لیا گیا ہے۔ ہماری قدرتی کانوں اور بیش بہا چشموں کو چھین لیا گیا ہے ہمارے سرمایہ ہائے خوشحالی کو ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا گیا ہے۔ ہمارے بہترین کیرکٹر اور اخلاقِ صحیحہ کو بداخلاقی اور بداعمالی سے بدل دیا گیا ہے۔ ہماری ہمتوں کو پست، اور ہماری عقل و فراست کو کمزور، اور ہماری جوانمردیوں کو معدوم کر دیا گیا ہے۔ ہم کو طرح طرح کے تمام ہائے اور حصّوں میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ہم پر گرانقدر لایعنی مصارف کا بوجھ لاد دیا گیا ہے۔ ہم کو انسانیت کی عزت و شرافت سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اے تمام عالم کے خدا! اے بے نیاز اٹھ۔ اور ہمارے دشمن سے بدلہ لے۔ ہم کو متحد کر، اور اپنی رہنمائی کے انوار سے منور فرما۔ ہم کو تمام اقوامِ عالم میں عزت دار، نصیب والا، صاحبِ شوکت بنا دے۔ آمین۔

حضرات! ایسے وقت میں لازم تھا کہ کسی تجربہ کار۔ ذہین و ذکی اور قوی الدماغ صاحبِ عزم و استقلال شخص پر صدارتِ اجلاس کا بوجھ رکھا جاتا۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے مجھ جیسے ضعیف و ناتوان معمولی طالبِ علم پر یہ ثقیل بوجھ اور عظیم الشان ذمہ داری رکھنی کسی طرح صحیح نہیں تھی۔ مجھے سخت افسوس ہے کہ یہ غلطی کیوں کی گئی اور باوجود میری چیخ و پکار کے مجھ کو کیوں نہ سبکدوش کیا گیا۔ بہرحال حسبِ مقولۂ مشہورہ "فکرِ ہر کس بقدرِ ہمت اوست" اپنی عقل اور ہمت کے موافق چند ضروری باتیں عرض کروں گا۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف میری تمنا یہ ہے کہ آپ حضرات مجھ سے تعاون فرمائیں تاکہ میں خدماتِ مفوضہ اور فرائضِ لازمہ

انجام دے سکوں۔

میرے بزرگو! میں آپ حضرات کے اس عظیم الشان احسان کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر میرا حال اس شعر کے موافق ہے ؎

فلئن نطقت بشکر برك مفصحا
فلسان حالی بالشکایۃ انطق

برطانوی قوم کی ذہنیت اور انکے اخلاق اور ہندوستانیوں کے ساتھ اُن کے معاملات

میرے معزز بزرگو! برطانوی قوم اور اشخاص میں اگرچہ نیک دل، انصاف پسند، انسانی سچی ہمدردی رکھنے والے، صادق الوعد، شریف النفس لوگ بھی ہیں مگر افسوس کہ عام لوگ بالخصوص اصحاب اقتدار و حکومت مندرجہ ذیل اخلاق و اعمال کے مجسمے ہیں جن کو مسٹر زبارج ایلین ایڈمنڈ نے کتاب جنس تمدن میں بطور اقتباس شائع کر لیا ہے۔

"موجودہ تمدن کا سار الب لباب منافقت ہے۔ لوگ اپنا عقیدہ ظاہر خدا پھر کرتے ہیں لیکن عملاً اپنی جانیں تک مال پر قربان کرتے رہتے ہیں۔ زبانوں پر آزادی کا دعویٰ رہتا ہے۔ لیکن جو آزادی کے علمبردار ہوتے ہیں۔ انھیں کو سزائیں ملتی ہیں۔ (دعویٰ مسیح کی پیروی کا ہے) اور اطاعت مسولینی وغیرہ کی کی جارہی ہے عزت کے الفاظ عصمت کے متعلق استعمال کئے جاتے ہیں۔ لیکن عملی زندگیاں حرام کاری اور آتشک کے لئے وقف ہیں۔ زبانی داد سچائی کی دیتے ہیں۔ لیکن عملاً اقتدار اور اختیار کی کرسیوں پر بددیانتوں ہی کو بٹھائے ہوئے ہیں۔ زبانوں پر اخوت کے نعرے ہیں لیکن جو بھائی اُن کی جنگ یا وطنیت یا قومیت کے بدمستانہ جلوسوں میں شریک نہیں ہوتے

یا جیلخانہ ہے یا جلاوطنی، یا بندوق کی گولیاں"

(سچ ۴ صہ ۶ ۲۴ جنوری ۱۹۳۰ء)

بالخصوص ہندوستانیوں کے ساتھ تو ان کا معاملہ ہر زمانے میں نہایت شرمناک و تعجب خیز رہا ہے۔

وارن ہیسٹنگس لکھتا ہے۔

"انگریز ہندوستان میں آکر بالکل نیا انسان بن جاتا ہے۔ جن جرائم کی وہ اپنے ملک میں جرأت کر ہی نہیں سکتا۔ ہندوستان میں اُن کے ارتکاب کیواسطے انگریز کا نام جواز کا حکم رکھتا ہے۔ اسکو سزا کا خیال تک نہیں ہو سکتا"

ٹامس سڈ ہنسم لکھتا ہے۔

"میں ہمیشہ سے دیکھتا ہوں کہ بمقابلہ اور قوموں کے انگریز ممالک غیر میں سب سے زیادہ چیرہ دستی کرتے ہیں۔ اور ہندوستان میں بھی یہی واقعہ پیش آرہا ہے۔"

مسٹر ہولٹ مکنزی ۱۸۳۰ء میں لکھتا ہے۔

"یہ عمل نہایت حیرت انگیز ہے کہ ہندوستانیوں کے ساتھ نیک دل انگریزوں کا برتاؤ بھی حقارت آمیز رہا ہے جو فی الحقیقت نہایت نیک نیت تھے کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی حکومت کی مثال ایسی نہ ملیگی جس نے مکمل طور پر اپنے مطلق العنان جبروت کو سول انتظامات کے ذریعہ سے داگر اس کو سول کہہ سکتے ہیں) منوایا ہو۔ جو درحقیقت حربی ہے۔"

لارڈ میکالے لکھتا ہے۔

"زمانہ سابق کے تمام ایشیائی اور یورپین ظالموں کی غیر انصافیاں، پریم کورٹ (عدالت عالیہ) کے انصاف کے مقابلہ میں برکت معلوم ہوتی ہیں۔"

میلکم لوئس جج عدالت عالیہ مدراس و ممبر کونسل لکھتا ہے۔

"ہم نے ہندوستانیوں کی ذاتوں کو ذلیل کیا۔ ان کے قانون وراثت کو منسوخ کیا۔ بیاہ شادی کے قواعد کو بدل دیا۔ مذہبی رسم و رواج کی توہین کی۔ عبادت خانوں کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ سرکاری کاغذات میں انھیں کافر لکھا۔ اُمرا کی ریاستیں ضبط کر لیں۔ لوٹ کھسوٹ سے ملک کو تباہ کیا۔ انھیں تکلیف دے کر مالگذاری وصول کی۔ سب سے اونچے خاندانوں کو برباد کر کے اُنھیں آوارہ گرد بنا دینے والے بندوبست قائم کئے۔"

(ہندوستان کی سیاسی ترقی ص۳)

سر تھامس منرو اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے۔

"وضع قانون میں اُن کا (ہندوستانیوں کا) کوئی حصہ نہیں اور قوانین کے عمل درآمد میں اُن کو بہت کم دخل ہے۔ باستثناء چند نہایت چھوٹے عہدوں کے وہ کسی بڑے عہدے تک خواہ وہ فوجی ہوں یا سول وہ کسی بڑے عہدے تک نہیں پہونچتے۔ وہ ہر جگہ ایک ادنیٰ قوم کے فرد سمجھے جاتے ہیں۔ تمام فوجی اور دیوانی عہدے جو کچھ بھی اہمیت رکھتے ہیں اب یورپینوں کے قبضہ میں ہیں۔ جن کا پس انداز روپیہ خود اُن کے ملک کو چلا جاتا ہے۔" (ح خ ا ص۱۴)

لارڈ میکالے لکھتا ہے (میکالیز ایسیز وارن ہسٹنگس ص۶۳ و ص۶۳۲)

"ہندوستان کے لوگ انگریزوں کے مقابلہ میں اگرچہ بہت غریب ہیں تاہم جو تکلیف وتاخیر اور خرچ انگریزی قانون کی وجہ سے پیش آتا ہے وہ اُس کو اُن کو نقائص کے مقابلہ میں جو اس قانون کے غیر ملکی ہونے کی وجہ سے اس میں موجود ہیں۔ زیادہ اہم نہیں سمجھتے۔ اُن کی فطرت، اُن کی عزت، اُن کے مذہب، ان کی عورتوں کی عفت کے قوی محسوسات کو اس بدعت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مال کی کارروائیوں میں پہلا قدم جو اٹھایا گیا۔ وہ یہ تھا کہ مال گذاری کی بقایا میں لوگ گرفتار کئے جانے لگے۔ درانحالیکہ ایک معزز ہندوستانی کے لئے گرفتاری محض نظر بندی نہ تھی بلکہ بدترین ذاتی بے عزتی تھی۔ ہر مقدمہ کی ہر منزل پر حلف لئے جانے لگے۔ دراں حالیکہ معزز ہندوستانیوں کے نزدیک یورپ کے فرقہ کویکر سے (جو قسم کو معیوب سمجھتا ہے) یہ طریقہ زیادہ تکلیف دہ تھا۔ مشرقی ممالک میں معزز گھرانوں کے زنانخانہ میں غیر آدمی کا داخل ہونا، یا عورتوں کے چہرے کو دیکھ لینا ناقابل برداشت زیادتی سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کو موت سے بھی زیادہ خوفناک خیال کیا جاتا ہے۔ اور جس کا انتقام صرف خونریزی سے لیا جاسکتا ہے۔ بنگال، بہار، اڑیسہ کے نہایت معزز خاندانوں کو اس قسم کی بے عزتیوں کا سامنا ہوا۔ اگر ہمارے ملک میں دفعتہً ایک ایسا قانون نافذ کردیا جائے جو ہمارے لئے ایسا ہی نیا ہو جیسا کہ ہمارا قانون ہماری ایشیائی رعایا کے لئے ہے۔ تو یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ ہمارے ملک کی اس وقت کیا حالت ہو جائے گی۔ اگر ہمارے ملک میں یہ قانون نافذ ہو کہ کسی

شخص کے قسم کھا لینے سے کہ اس کا قرضہ ہم پر ہے۔ اُسے یہ حق
ہو جائے گا کہ وہ معزز اور مقدس ترین اشخاص اور پردہ نشین خواتین
کی ہتک کر سکے۔ ایک افسر کے بید لگائے جا سکیں۔ ایک پادری
کو کٹہرے میں ٹھونسا جا سکے۔ شریف عورتوں کے ساتھ اس طریقہ
سے سلوک کیا جا سکے کہ جس کا نتیجہ واٹ ٹائلر جیسا بلوہ ہو۔ انگلستان
میں ۱۳۸۱ء میں رچرڈ نے ہر بالغ مرد اور عورت پر ایک نیا ٹیکس
لگایا تھا جس کی مقدار ایک شلنگ فی کس تھی۔ اس پر کاشتکاروں نے
عظیم الشان بلوہ کر دیا تھا۔ اس کا سردار واٹ ٹائلر تھا) تو اُس
وقت ملک کی جو حالت ہو جائیگی۔ اس کے تصور سے دل کانپتا ہے۔ الخ

(ح۔ خ ۱ ص۱۶)

سر جان شور ۱۸۳۳ء میں لکھتا ہے۔ (اس کا تعلق بنگال سول سروس سے رہا تھا)

"انگریزوں کا بنیادی اصول یہ رہا ہے کہ ہر صورت سے تمام ہندوستانی
قوم کو اپنی اغراض کا غلام بنایا جائے۔ ان پر محصولات لتنے لگا دیئے
ہیں کہ اضافہ کی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ یکے بعد دیگرے جو صوبہ
ہمارے تصرف میں آیا ہے اس کو مزید وصولیابی کا میدان بنا لیا گیا
ہے۔ اور ہم نے اس بات پر ہمیشہ فخر کیا ہے کہ دیسی والیان ملک جتنا
وصول کرتے تھے اس سے ہماری آمدنی کسقدر زیادہ ہے۔ ہر وہ عہدہ
عزت اور منصب جس کو قبول کرنے کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ انگریز کو آمادہ
کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستانیوں کے لئے بند کر دیا گیا ہے۔ (ح خ ۱ ص۲۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ برطانوی قوم جو کہ سنہ ۱۶۰۰ء میں تجارت کرنے کے لئے ہندوستان میں آئی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ وہ وہ وحشیت اور بربریت کے سفاکانہ طریقے اختیار کئے جو کہ نہ صرف ظلم و ستم کے انتہائی مظاہرات تھے، بلکہ وہ انسانیت کے لئے بدنما اور شرمناک دھبے بھی تھے۔ یہ شرمناک اطوار سنہ ۱۷۰۰ء سے ۱۷۵۷ء تک ننگے طور سے بذریعہ تجارت لوٹ کھسوٹ اور تسلط کی صورت میں ظاہر ہوتے رہے۔ چنانچہ سنہ ۱۷۶۶ء میں جماعت ڈائرکٹران نے رپورٹ مین لکھا کہ:۔

"ہمارے نزدیک اندرون ملک کی تجارت سے جو کثیر دولت حاصل کیگئی ہے وہ انتہائی درجہ کے ظالمانہ اور جابرانہ طریقوں کے استعمال کا نتیجہ ہی۔ اور جس کی نظیر کسی زمانہ اور کسی ملک میں نہ ملے گی۔"

لارڈ کلایو کہتا ہے (" رشوت خوری اور زیادہ ستانی کا منظر بجز بنگال کے کسی ملک میں دیکھا یا سُنا نہیں گیا)۔"

لارڈ میکالے لکھتا ہے۔

"اس طریقے سے بے شمار دولت بہت جلد کلکتہ میں جمع ہوگئی۔ درانحالیکہ تین کروڑ انسان صد درجہ برباد کر دیئے گئے۔ بیشک ان لوگوں کو مظالم میں رہنے کی عادت تھی۔ مگر وہ مظالم اس قسم کے نہ تھے۔ کمپنی کی چھوٹی انگلی انھیں سراج الدولہ کے چھٹے سے زیادہ موٹی معلوم ہوتی تھی۔"

۱۷۶۲ء میں نواب بنگال نے انگریزی گورنر کو مندرجہ الفاظ لکھے تھے۔

"کمپنی کے ملازمان رعایا اور سوداگروں کا مال چوتھائی قیمت پر لے لیتے ہیں۔ اور اپنے ایک روپیہ کے سامان کی قیمت اُن سے

پانچ روپے وصول کرتے ہیں ۔"

لارڈ میکالے لکھتا ہے ۔

"کمپنی کے ملازمین کے عیوب میں محض ظلم ہی نہ تھا، بلکہ ظلم سے ایسے خراب نتائج پیدا ہوتے تھے جیسا کہ دولتمند بننے کے بے اصول حرص سے پیدا ہوتے ہیں ۔"

انفیس کو سر ولیم ڈگبی پراسپرس برٹش انڈیا میں مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھتا ہے ۔

"جو کمی ۱۹۰۱ء میں ہمارے طریقہ حکومت ہند میں دکھائی دیتی ہے جہاں تک کہ ہندوستانیوں کا تعلق ہے اور جو کچھ غیر معمولی غربت ہندوستانی براعظم میں پھیل رہی ہے وہ ہمارے اس طرز حکومت کا نتیجہ ہے جو نیک نیتی سے مگر غلطی سے پہلے شروع کی گئی ۔ اور ابتک بحال رکھی گئی وہ اصولِ حکومت تین قسم کے ہیں ۔ اوّل تسلط بذریعہ تجارت یعنی ہندوستان کی دولت علانیہ سمیٹنا ۔ ننگے طور سے ۱۶۰۰ء سے ۱۷۵۷ء تک ۔"

برطانوی قوم نے ابتداء ابتداء میں اگرچہ ایماندارانہ طریقے پر تجارت کی ۔ مگر فرزغ ہونے پر وہ انسانیت کی حدود سے نکل کر درندے بن گئے ۔ اور جو کچھ نہ کرنا چاہیئے تھا کر گذرے یہاں تک کہ اس ہوس دولت نے حرص ملک گیری اور بادشاہت تک پہنچا دیا ۔ اور ۱۷۵۷ء میں انھوں نے بدعہدیوں اور بے وفائیوں کی شرمناک صورت میں پلاسی کی جنگ چھیڑ دی ۔ اور غداروں کی ناپاک کارروائیوں کے ذریعہ سے کامیاب ہوگئے ۔ اب کیا تھا ۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوگیا ۔ چاروں طرف ظلم واستبداد کا شور مچ گیا ۔ دولت سمیٹنے اور مظالم کا شکار کرنے میں کوئی ظاہری پردہ بھی حائل

نہ تھا۔ ہر چیز پر اپنا قبضہ جما لیا گیا۔ اور ہر طرح پر ہندوستانی خوشحالی اور فارغ البالی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ دولت کے دریا انگلستان کو بہنے لگے۔ اور افلاس و نکبت کی ہلاک کرنے والی آندھیاں ہندوستانیوں پر چاروں طرف سے آنے لگیں۔ بروکس اسی زمانہ کے متعلق کہتا ہے۔

"یہ مالا مال خزانے کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی انگریزوں نے ہتھیا کر لندن اسی طرح بھیجدی جسطرح رومن نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیجدیئے تھے۔ ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ کروڑوں اشرفیاں ہونگی۔ اتنی دولت اسوقت کی مجموعی یورپین دولت سے بہت زیادہ تھی"

سر جان شور کہتا ہے۔

"لیکن ہندوستان کا عہد زرّیں گذر چکا ہے جو دولت کبھی اس کے پاس تھی۔ اس کا جزو اعظم ملک کے باہر کھینچ کر بھیجدیا گیا ہے اس کے قوائے عمل اس بدعملی کے ناپاک نظام نے معطل کر دئیے ہیں جس نے لاکھوں نفوس کی منفعت کو چند افراد کے فائدہ کی خاطر قربان کر دیا"

لارڈ میکالے کہتا ہے کہ دولت کے دریا انگلستان کو بہتے چلے جاتے تھے۔

سر جان سیلون کہتا ہے۔

"ہمارا طرز حکومت اسفنج کے مانند گنگا کے دھارے سے ہندوستانیوں کی دولت کو چوس لیتا ہے۔ اور دریائے ٹائمز کے کنارے نچوڑ دیتا ہے"

صوبہ بنگال پر تسلط جمانے اور اس کی لوٹ کھسوٹ کے بعد ملک گیری کا مزے دار خون

انگلستانی درندوں کے منھ ایسا لگا کہ یکے بعد دیگرے صوبجات ہند زیر تسلط لائے جانے لگے۔ اور اس قبضہ اور تسلط میں کسی عہد و میثاق اور کسی قسم کے عدل و انصاف کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ جو کچھ بھی برطانوی اصحاب اقتدار اور کمپنی کے گورنر اور حکام کر بیٹھیں وہی عدل تھا۔ وہی حق تھا۔ وہی رعایا پروری تھی، وہی انسانیت تھی اسی زمانے کے متعلق دوسرے دور کو بیان کرتا ہوا سر ولیم ڈگبی لکھتا ہے۔

"دوئم تسلط بذریعہ اطاعت بالجبر یعنی ہندوستان انگلینڈ کیلئے ہے۔ آغاز سے انجام تک یہ دور ۱۷۵۸ئہ سے ۱۸۳۲ئہ تک رہا۔"

اس دور میں ایک طرف تو کمپنی اور اس کے ملازمین تجارت کرتے اور تاجرانہ حرص و آز کو ہر طرح سے کامیاب بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ مالکانہ اقتدار اور شاہانہ تسلّط رکھتے تھے۔ سر جان شور ۱۷۸۷ئہ میں اپنی ایک یادداشت میں لکھتا ہے۔

"کمپنی کے لوگ ایک طرف تو تاجر ہیں اور دوسری طرف وہ حکمران اول الذکر حیثیت میں وہ ملک کی تجارت پر قابض ہیں۔ اور ثانی الذکر حیثیت میں وہ مالگذاری وصول کرتے ہیں۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان بہت بری طرح برباد و تباہ ہوا۔ اس کے تمام ذخائر چھین لئے گئے۔ اس کے تمام قدرتی چشمے اپنے تصرف میں لے لئے گئے۔ اس کی ہر قسم کی رفاہیت اور برتری بدتر بنا دی گئی۔ ان سب کارناموں کی تفصیل آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا نہیں چاہتے۔ اور نہ ہم اس مقام میں اُن عہود و مواثیق کی تفاصیل لانا چاہتے ہیں جن کو گورنران کمپنی ہندوستانی بادشاہوں اور نوابوں سے اس

عرصہ میں کرتے رہے ۔ اور پھر یکے بعد دیگرے توڑتے اور اُن کو پامال کرتے رہے
تاریخ ان بدعہدیوں اور سیاہ کارناموں سے بھری ہوئی ہے ۔ اُن کی تفصیل میں
بہت زیادہ طوالت کا خوف ہے ۔ ہم اس وقت ان چند عہدناموں اور اعلانات
کا تذکرہ آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں جن کو تاج برطانیہ یا اس کے بڑے بڑے
ذمہ دار اشخاص نے مرتب کر کے اعلان کیا ۔ اور پھر ان کو نہایت بے حیائی اور چالاکی
سے شرمناک طریقہ پر توڑا اور پامال کیا ۔

۱۸۳۲ء میں جب کہ کمپنی اور اس کے ملازمین کے ناشائستہ وزندگیت کی داستان
طشت ازبام ہو چکی تھی ۔ اور اقطار عالم میں برطانیہ کی تاریخ نہایت نفرت سے دیکھی
جانے لگی تھی ۔ تاج برطانیہ نے مناسب سمجھا ۔ کہ اگرچہ اس مدت میں ہندوستانیوں
کی زندگی کے ہر قسم کے چشمے خشک کر دیئے گئے ہیں ، مگر باقی رمق کو سنبھالنے کی
غرض سے کمپنی کو تجارت سے منع کر دینا چاہیئے ۔ اور صرف بادشاہت اور ملک
گیری پر اُن کو قانع کر دینا چاہیئے ۔ تاکہ رعایا کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ اُسکے کارکنوں
میں پیدا ہو ۔ اور تاجرانہ حرص و آز باعث بربادیٔ خلق نہ ہو سکے ۔ چنانچہ فرمانِ
شاہی کمپنی کو تجارت سے دستبرداری کرنے اور ملوکیت کو انجام دینے کا صادر ہوا ۔
اور گورنران کمپنی ملکوں کو فتح کرنے یا دشاہوں ، نوابوں ، راجاؤں ، راجدھانیوں
وغیرہ کو ملیامیٹ کرنے کی طرف از سرتا پا متوجہ ہو گئے ۔

تاج برطانیہ کا ۱۸۳۳ء کا اعلان

مگر اس دور میں ایک خصوصی امتیاز یہ رکھا گیا کہ اہل ہند کو نہایت
خوش کرنے والے الفاظ اور نہایت خوبصورت کلمات گلدستوں سے
بہلایا گیا ۔ ادھر تو کمپنی کو بیس سال کے لئے صرف ملک گیری اور حکومت کا فرمان

اور بٹہ دیا گیا۔ اور دوسری طرف اعلان کیا گیا کہ۔

"اور قانون بنایا جاتا ہے کہ ممالک مذکور کے کسی باشندے کے لئے یا ملک معظم کی کسی رعیت کے لئے جو ممالک مذکور میں سکونت پذیر ہوں کمپنی کا کوئی عہدہ، کوئی خدمت اور کوئی ملازمت مذہب جائے ولادت نسل یا رنگ کی بنا پر ممنوع نہ ہوگی۔"

یہ مژدۂ جاں فزا، ہندوستانیوں کے دل و دماغ کو مطمئن بنانے اور آئندہ اُنکو زندگی کی امید دلانے کے لئے سنایا گیا تھا۔ یقیناً ان کو مایوسیوں کی گھٹاٹوپ تاریکیوں سے یہ اعلان بڑی حد تک بچانے والا تھا۔ مگر اسی طرح برطانوی قوم کو ان کے عزائم، لوٹ کھسوٹ روپیہ اور مال کی انتہائی حرص و آز، حکومت اور خود مختاری کے استقلال میں نقصان پہونچانے والا بھی تھا۔ بھلا وہ قوم جس کی کیرکٹری حالت وہ ہو جس کا نمونہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ اور جس کا ضمیر وہ درندگی رکھتا ہو۔ جس کے چند چاول ہم نے انگریزوں ہی کے قول سے پہلے اوراق میں پیش کئے ہیں۔ کب اس کی تاب لا سکتا تھا۔ چنانچہ ردعمل شروع ہوا۔ اور بُری طرح شروع ہوا۔ اسی دور کو سر ولیم ڈگبی تیسرا دور بتاتا ہوا مندرجہ ذیل الفاظ سے یاد کرتا ہے۔

"سوم تسلط بذریعہ پوست یعنی خوش معاملگی کا دکھاوا اور زور کے ساتھ ہندوستانی قوم کو "ادنیٰ" حالت میں لازمی طور پر قایم رکھنا۔ یہ دور حکومت ۱۸۳۴ء سے سن ۱۹۰۱ء تک ہے۔"

سر ولیم ڈگبی اس کتاب کو سن ۱۹۰۱ء میں لکھتا ہے۔ اس لئے اس دور حکومت کی انتہا اپنے زمانۂ تصنیف کو بتلاتا ہے۔ ورنہ آج تک یہی اصول اور نظام ہندوستان

میں قائم ہے۔

یہ پوست والی حکومت حقیقی معنوں میں ہاتھی کے دانت کیطرح سے ظاہر ہوئی کہ دکھانے کے اور ہیں اور چبانے کے اور۔ ہندوستان کی حالت بجائے اس کے کہ اس دور میں کچھ سدھرتی۔ اور رعایا کو کسی قسم کی خوشحالی اور نظام حکومت میں مداخلت اور اپنے وطن کی درستی نصیب ہوتی، اور زیادہ بگڑتی رہی۔ چنانچہ سر ولیم ڈگبی خود اس کی تصریح کرتا ہے۔

"مگر اس میں شک نہیں کہ آج ہندوستان اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے۔ جتنا کہ اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا۔ ہماری ابتدائی حکومت کی باریک چابک اب آہنی زنجیر بن گئی ہے۔ کلائیو اور ہسٹنگس کی لوٹ اس نکاس کے مقابل ہیچ ہے جو روز افزوں ترقی کے ساتھ ایک ملک کو دوسرے ملک کا خون جان بہا کر مالا مال کر رہا ہے"

برطانوی ذمہ دار حکام اور قوم برطانی کی اعلیٰ ہستیوں نے جو گت اس اعلان کی بنائی جو لارڈ ڈلہوزی کے مندرجہ ذیل الفاظ سے بخوبی واضح ہے۔

"۱۸۳۳ء کا مسودہ قانون جو پارلیمنٹ نے منظور کیا ہے، اتنا مبہم ہے اور دیسی باشندوں کے متعلق حکومت ہند کی ذمہ داریاں محتاج تشریح رکھتا ایسی بین غلطی ہے کہ قانون منظور ہوتے ہی اسکے نتائج ظاہر ہونے لگے۔ اور حکومت ہند اسکی پابندی سے گریز کرنے کی تدابیر کرنے لگی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے روز افزوں طبقے نے (جس کی ترقی میں حکومت ساعی رہتی ہے۔ مگر اس کی خواہشات پوری نہیں کر سکتی) اس

قانون کی دفعات کا مطالعہ کیا ہے اور دل پر نقش کر لیا ہے۔ اب اس قانون کی رو سے اگر کسی ہندوستانی کو ایک بار ایسا عہدہ مل جائے جو پہلے سول سروس والوں کے لئے مخصوص تھا تو اس کو یہ توقع اور دعویٰ کرنے کا حق ہے کہ ترقیات کا زینہ بالتدریج طے کرنے کے بعد بڑے سے بڑے عہدے پر اس کا تقرر ہو سکتا ہے۔ ہم سب سمجھتے ہیں کہ یہ حقوق اور توقعات نہ کبھی پوری کیجائیں گی نہ کی جا سکتی ہیں گویا ہمارے سامنے اس وقت دو راہیں تھیں یعنی ممنوع کر دینا یا فریب دینا اور ہم نے وہ راہ اختیار کی جس میں راست روی سب سے کم تھی مقابلہ کے امتحان جیسے کہ انگلستان میں رائج ہیں۔ ہندوستانیوں کے لئے مقرر کرنا یا شرکت امتحان کے وقت امیدواروں کی قید عمر میں تخفیف کر دینا وہ عریاں حیلے ہیں جو بالقصد اس لئے اختیار کئے گئے ہیں کہ اس قانون کو مفلوج اور معطل کر دیا جائے چونکہ یہ تحریر خفیہ ہے اس لئے بلا تامل میں کہنے کو تیار ہوں کہ میرے نزدیک ہندی اور برطانوی دونوں حکومتیں ابھی تک اس الزام کا معقول جواب نہ دے سکتی ہیں کہ انھوں نے ہندوستانیوں کے کان تک تو ایک وعدہ جانفزا پہنچا دیا۔ لیکن ان کے قلوب کو ایفاء کی مسرت سے محروم رکھنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ (ح خ صفحہ ۳۵۰)

ڈیوک آف آرگل کہتا ہے۔

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہم ادائے فرض سے قاصر رہے ہیں اور ہم نے

جو وعدے اور پیمان کئے تھے، پورے نہیں کئے۔" (ج خ ا ص۴۵)

اسی سلسلہ میں لارڈ سالسبری کہتا ہے۔

"دوستو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گندم نمائی اور جو فروشی سے فائدہ کیا ہے"

حالانکہ اس قانون کے بننے کے وقت ممبران پارلیمنٹ نے نہایت زوردار الفاظ میں اس کی معقولیت اور ضرورت کو تسلیم کیا تھا۔ بلکہ لارڈ میکالے نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اس کی تقویت اور تائید کی تھی۔

"ممکن ہے کہ ہمارے نظام حکومت کے سایہ میں ہندوستان کی سیاسی ذہنیت اسقدر نشوونما پا جائے کہ خود اس نظام کے اندر نہ سما سکے۔ ممکن ہے کہ بہتر حکومت کے ذریعہ سے ہم اپنی رعایا میں بہتر حکومت کی صلاحیت پیدا کر دیں۔ اور مغربی علوم سے آشنا ہونے کے بعد آیندہ کسی عہد میں وہ مغربی اداروں کا مطالبہ کرنے لگیں وہ دن کبھی آئے گا نہ آئے گا مجھے معلوم نہیں لیکن میں اس کو روکنے یا ٹالنے کی ہرگز کوشش نہ کروں گا۔ اور جب کبھی یہ دن آئے گا تو برطانیہ کی زندگی میں وہ دن سب سے زیادہ فخر و مباہات کا دن ہوگا"

مگر جب ہندوستانیوں نے تعلیم میں اس قدر کامیابی حاصل کر لی کہ امتحانات مقابلہ میں وہ انگریزوں کو شکست دینے لگے تو انگریزوں کے لئے سول سروس کے عہدے مخصوص کرنے پڑے۔ اور وزیر اعظم برطانیہ مسٹر لائڈ جارج ۲؍ اگست [illegible] کو فرمانے لگے۔

"انگریز افسران ملازمت کی تمام عمارات کیلئے بمنزلہ فولادی قالب کے ہیں اور اگر اس قالب کو ہٹا لیا جائے تو تمام عمارت منہدم ہو جائے گی"

مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ اسی تقریر میں فرماتے ہیں۔

"اگر پہلے سے یہ بات صاف نہیں ہے تو اب میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری غرض اصلاحات دینے سے یہ نہیں ہے کہ انجام کار ہم اپنی امانت سے بالکل دست بردار ہو جائیں۔ جو بات خاص طور پر میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہندوستانی خواہ کیسے ہی کامیاب کیوں نہوں مگر میرے نزدیک کوئی زمانہ ایسا نہو گا کہ ان کا کام انگریزی عہدہ داروں کی ایک تھوڑی سی تعداد کے بغیر چل سکے گا جو ساڑھے اکتیس کروڑ کی آبادی میں کل بارہ سو ہیں"

اب آپ لارڈ میکالے اور مسٹر لائڈ جارج کی تقریروں میں مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ کس طرح ابلہ فریبی سے کام لیا جاتا ہے اور کس طرح عہود و مواثق کو پامال کیا جاتا ہے اور اعلانات شاہی تک کی کیا گت بنائی جاتی ہے۔ ہم اسکے بعد ہندوستان کی آزادی کے عنوانات میں اور بھی اعلانات اور مقالات پیش کرینگے جس سے آپ حضرات کو نتیجہ نکالنے میں بہت زیادہ آسانی ہو گی۔

اس وقت ہم آپ کی توجہ ۱۸۵۸ء کے اعلان شاہی کی طرف ہی منعطف رکھنا چاہتے ہیں۔ باوجودیکہ یہ اعلان نہایت زوردار طریقے پر ہوا تھا۔ اور بہت زیادہ امیدیں دلائی گئیں تھیں۔ مگر جیسا کہ ہم پہلے لارڈ لٹن، اور ڈیوک آف آرگل اور لارڈ سالسبری کی شہادتیں پیش کر چکے ہیں۔ برطانیہ کے ذمہ دار حضرات اس اعلان کو عمل میں لانے سے گریز اور اس کو مختلف حیلوں سے مفلوج بناتے ہی رہے۔ یہاں تک کہ ساٹھ برس کا زمانہ گذر گیا اور ہندوستانی عہدہ ہائے عالیہ حکومت سے تقریباً بالکل ہی محروم رہے۔

آخر کار آوازیں اُٹھیں۔ شکایات کے بازار گرم ہوئے۔ حق طلب اور حق کوش زبانوں اور قلم نے گرما گرمی دکھائی تو یہ جواب دیا گیا کہ ہندوستانی نالائق ہیں عہدہ ہائے عالیہ کی قابلیت نہیں رکھتے (وغیرہ وغیرہ)

چنانچہ حسب عادت کمیشن بٹھایا گیا۔ اور قابلیت وغیرہ کی تحقیقات ہوئی اثنائے تحقیقات میں معلوم ہوا کہ ہندوستانیوں کی عدم قابلیت محض حیلہ ہی حیلہ ہے۔ اُنکا عہدوں سے محروم ہونا محض ہندوستانیت اور کالے رنگ ہونیکی بناء پر ہے۔ سر ارسکن پیری جنہوں نے اس تحقیقات میں شہادت دی تھی۔ ان کامیاب بیرسٹروں کا قول نقل کرتے ہوئے (جو کہ ہندوستان میں وکالت کرتے تھے) تائید کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"ہندوستانی مجوزین کی قوت فیصلہ، کمپنی کے اُن ججوں سے جو اپیل سُنتے تھے بدرجہا بہتر تھی"

حالانکہ بقول سر ارسکن پیری یوروپین جج کو تین ھزار پونڈ سالانہ اور ہندوستانی کو ایک سو بیس پونڈ سالانہ دیا جاتا تھا۔ دیکھئے یہ انصاف قوت فیصلہ کے بدرجہا بہتر ہونے پر ہے۔

سر جان سلیور (مدراس گورنمنٹ کا ممبر) کہتا ہے۔

"وہ لوگ (باشندگان ہند) ٹیکسوں کے لگانے میں جن کی ادائیگی کے لئے وہ مجبور کیئے جاتے ہیں۔ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ قوانین کو جن کی تعمیل اُن پر فرض ہوتی ہے مرتب کرنے میں اُن کی کوئی آواز نہیں ہوتی۔ اپنے ملک کے انتظام میں اُن کا کوئی حقیقی حصّہ نہیں ہوتا۔ اور اُن کے

حقوق دیئے جانے سے اس شرمناک حیلہ سے انکار کیا جاتا ہے کہ اُن میں اس قسم کے فرائض انجام دینے کے لئے ذہنی اور اخلاقی اوصاف کی کمی ہے۔" (دت صفحہ ۴۰۲ ج ۲)

لارڈ لاڈسلے نے ۱۸۶۷ء میں بیان کیا۔

"ہمیں دیسی حکومت کے طریقے کو جہاں تک ممکن ہو، ترقی دینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاکہ دیسیوں کی قدرتی استعداد اور تدبیر کا نشو و نما ہو سکے۔ اور ان میں جتنی خوبیاں اور جوہر تھے، حکومت کی امداد میں کام آسکیں۔ مغلیہ سلطنت کی عظمت کا راز وہ سیر چشم حکمت عملی تھی۔ جو اکبر اور اس کے جانشینوں کا شعار رہی۔ جنھوں نے ہندوؤں کی امانت اور قابلیت سے فائدہ اٹھایا۔ اور حتی المقدور خود کو اہل ملک کے ساتھ یک ذات کر لیا۔ ہمیں ان واقعات سے سبق لینا چاہیئے اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس فرض کو ادا کریں جو ہندوستان کی طرف سے ہم پر عاید ہے تو ہم اسی طرح سبکدوش ہو سکتے ہیں کہ ملک میں جتنے اشراف اور اکابر ہیں اُن کی امداد اور مشورے سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ جواب کہ ہندوستانی دماغ میں تدبر اور قابلیت کا سرمایہ ناکافی ہے، ایک بے معنی لغویت ہے۔"

لارڈ سالسبری ۱۸۶۷ء میں لکھتا ہے۔

" ضابطے اور دستور کی طرف برطانوی حکومت کا رجحان اس کی سست گوش اور ابلہانہ لاپروائی جو اکثر اس کی مکمل اور پیچیدہ تنظیم کا نتیجہ ہوتی ہے، ذمہ داری کا خوف اور اختیارات نظم و نسق کا ایک جگہ مرکوز ہونا، یہ سب باتیں ایسے اسباب کا نتیجہ ہیں جن کی ذمہ داری کسی شخص پر نہیں ہے۔ لیکن اُن کی بدولت حکومت ناکارہ ہوگئی ہے اور اسکی نااہلیت میں قدرتی حالات اور اسباب سے مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک خوفناک تباہی نمودار ہوگئی ہے۔

مذکورہ بالا اعلان اور قانون تاج برطانیہ اور پارلیمنٹ کی طرف سے دربار مساوات اور عہدہ ہائے حکومت ۱۸۳۳ء میں شایع کیا گیا۔ اور اس کی عملی مخالفت برابر ہوتی رہی۔ اور طرح طرح کے جھوٹے حیلوں سے اس کو ٹلایا گیا۔

بالآخر ۱۸۵۸ء میں کوئن وکٹوریہ اور ہاؤس آف کامنس اور ہاؤس آف لورڈس وغیرہ کا اعلان یکم نومبر کو شایع کیا گیا۔ جس کی دفعہ ۶ میں مندرجہ ذیل الفاظ ذکر کئے گئے۔

"اور یہ بھی ہمارا حکم ہے کہ جہاں تک ممکن ہے ہماری سب رعیت کو گو کسی قوم اور مذہب کی ہو بلاتعرض وطرفداری کے ہماری ملازمت میں اُن عہدوں پر جن کو وے اپنی علمیت اور قابلیت اور دیانت سے انجام دے سکتے ہوں مقرر کرتے ہیں۔"

مگر افسوس کہ آج تک بھی اس اعلان کو پامال ہی کیا جا رہا ہے اور باوجود کثرت احتجاج آجتک بھی اس کو پورا نہیں کیا گیا۔ مسٹر ہیرلڈ کاکس کا مقالہ سنڈے ٹائمز میں اسی امر کے اقرار میں شایع ہوا تھا جس کو اخبار فتح دھلی مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۲۱ء نے شائع کیا تھا۔ الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"مسٹر گاندھی کے طرز عمل میں برطانی حکومت کی طرف سے ایک بین انقلاب نما ہوگیا ہے اسکی وجہ موجودہ برطانی مدبرین کی ناکامی ہے کہ وہ اُس مساویانہ عدل و انصاف کی عزت نہیں کرتے۔ جسکا ملکہ معظمہ کے عہد حکومت میں اعلان کیا گیا تھا۔ آج اُس اعلان کا حوالہ دینا ضروری ہے کہ اسکی مسلسل خلاف ورزی نے ہی یہ دن دکھایا کہ سلطنت کو نازک ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اعلان کے الفاظ یہ تھے " باعتبار رنگ، نسل، مذہب، یا زبان قانون کسی میں فرق و امتیاز نہیں کرے گا۔ بلکہ اُس کے تحفظ کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا۔ کہ ہر ایک سے غیر جانبدارانہ سلوک ہو۔"

لالہ راجپت رائے ۱۹۱۶ء میں تحریر کرتے ہیں کہ اس قسم کے اعلان کو پچانوے سال گذر چکے ہیں مگر آجتک بھی اس پر عملدر آمد نہیں ہوتا۔ تو سو روپیہ سے ایک ہزار روپیہ تک کے عہدوں پر کل چار فیصدی ہندوستانی مقرر ہیں۔ باقی ماندہ ۹۶ فیصدی عہدوں پر انگریز اور انگلو انڈین فائز ہیں حالانکہ یہی ہندوستانی جو انگریزی عملداری میں نالائق قرار دئے گئے ہیں۔ ہندوستانی ریاستوں میں وزارت اور مدار المہامی کے کام خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ الخ

ایکہزار سے زیادہ تنخواہوں کے عہدوں پر ہندوستانیوں کے نام تقریباً صفر کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہم اس سے پہلے انگریز افسروں کے اقرارات ذکر کر چکے ہیں کہ ہندوستانیوں کی قابلیت اور استعداد بسا اوقات یوروپین فاضلوں سے بدرجہا بہتر ثابت ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اور امتحان مقابلہ میں ہندوستانی یوروپینس سے بسا اوقات پیش قدمی کر جاتے ہیں اور اسی بناء پر سول سروس وغیرہ کے بہت سے عہدے یوروپین لوگوں کے لئے آج تک مخصوص چلے جاتے ہیں۔ فوجی افسروں اور اعلیٰ عہدوں میں ہندوستانیوں کا نام تک بھی نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کو فوجی کالج میں داخلہ اور تعلم تک کی اجازت نہیں اسی طرح بہت سے سول عہدے اور ملازمتیں وغیرہ ہیں جن میں ہندوستانیوں کو پہونچنا محال ہے۔

۱۸۵۸ء کا اعلان بہ نسبت ۱۸۳۲ء کے اعلان کے نہایت زیادہ وسیع اور امید افزا خوش کن اور تاکیدی الفاظ سے پُر تھا۔ مگر جیسا اس کا حشر ہوا ہر ایک پر ظاہر ہو رہا ہے۔

شاہ عالم بادشاہ کا معاہدہ

اسی طرح شاہ عالم بادشاہ دہلی کے مشہور و معروف معاہدے کی دُرگت بنائی گئی۔ یہ معاہدہ ۱۸۰۶ء میں ہوا جس میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ دفاتر کی زبان فارسی رہے گی۔ مگر باوجود اسکے ایکٹ ۹ ۱۸۳۷ء پاس کر کے اس دفعہ کو ملیامیٹ کر دیا گیا۔ اور فارسی زبان دفاتر سے نکال دی گئی۔ اور اُس کی جگہ پہ انگریزی زبان ٹھونس دی گئی۔ اس کو مسٹر میو مندرجہ ذیل الفاظ سے ذکر کرتی ہے۔

"ایک چھوٹا سا بیج بویا گیا۔ اور اس کے پھل سے ہم اب متمتع ہو رہے ہیں یہ عدالتوں کی زبان کی تبدیلی تھی جو فارسی سے انگریزی کر دی گئی ہندوستان کی تعلیم کو مغربیت کا رنگ دینے کا یہ لازمی نتیجہ تھا۔ یہ تبدیلی معمولی معلوم ہوتی تھی اور اس کے نتائج بھی معمولی تھے۔ اسکی مثال ایسی تھی جیسے کہ کلہاڑی سے ایک ضرب لگائی جاتی ہے مسلمانوں نے اس تبدیلی پر سخت احتجاجات

کئے اور فی الواقع یہ ان کے لئے سخت برباد کن تھی۔ (ماڈرن ہند صفحہ ۲۵)

ہر ملک اور ہر قوم کے لئے لازمی ہے کہ جملہ پبلک ڈیپارٹمنٹ اور ان کی عدالتی کارروائیاں اُن کی روزمرّہ کی زبان میں ہوں تاکہ وہ اپنے متعلق کارروائیوں کو جان سکیں اور مطالبات اور مدافعات، جوابات، صفائی وغیرہ پیش کرسکیں۔ مگر ہندوستان میں ایک ایسی اجنبی زبان انگریزی داخل کی گئی جس کے جاننے والے آج سو برس کے بعد بھی فیصدی ایک نفر بھی نہیں ہیں۔ ہاں۔ ہاں اس میں انگریزوں کے لئے بیشک عہدوں کے حاصل کرنے اور فرائض کے ادا کرنے میں سہولتیں تھیں۔ اس لئے اس پر عمل درآمد کیا گیا۔ اور ہندوستانیوں کو بے شمار مشکلات میں ہمیشہ کے لئے مبتلا کردیا گیا۔

میعادی زمینوں کے لئے دوامی بندوبست کا اعلان اور کوئن وکٹوریہ کے اعلان کے خلاف اُسکی تنسیخ

سب سے اوّل لارڈ کارنوالس نے بنگال میں دوامی بندوبست کا قاعدہ جاری کیا جو کہ اگرچہ شروع میں نہایت سخت مالگذاری پر بنایا گیا تھا۔ مگر بعد میں جبکہ زمین کی آمدنی قیمتوں کی گرانی کی وجہ سے بڑھی تو سلطنت کو اس کے بے شمار فوائد نظر آنے لگے مثلاً یہ کہ کاشتکاروں کو اپنی حالت پر اطمینان ہوگا۔ اور اُس سے اُن کی دولت بڑھے گی، تو لامحالہ سلطنت کو طرح طرح کے فوائد حاصل ہونگے وہ انگلستان کا مال خریدنے کے قابل ہوں گے۔ وہ مختلف قسم کے ٹیکس برداشت کرسکیں گے اور ملک روز روز کے قحطوں سے محفوظ ہو جائے گا۔ چنانچہ کرنیل بیرڈ نے سنہ ۱۸۶۱ء میں اس امر کی بخوبی جانچ کرلی، کہ قانون اراضی میں اصلاح کرنے سے قحط کا زور بے حد کم کیا جا سکتا ہے۔ اور اس بنا پر دوامی بندوبست کی سفارش کی۔ اور سر چارلس وڈ سکرٹری

آف اسٹیٹ نے ۹ جولائی ۱۸۶۲ء کو اس سفارش کی تائید کی۔ اور سلطنت برطانیہ کی گورنمنٹ نے اُس کو منظور کر لیا۔ اور ۲۳ مارچ ۱۸۶۷ء کو وزیر ہند سر اسٹیفورڈ نورتھ کوٹ نے ہز مجسٹی کی گورنمنٹ کے اس فیصلہ کی کہ بندوبست استمراری جاری کر دیا جائے دوبارہ تصدیق کی۔ وہ لکھتا ہے۔

"ہز مجسٹی کی گورنمنٹ تیار ہے کہ مالگذاری میں اضافہ ہونے کی اُمید کو قربان کر دے۔ اس لئے کہ مالکان اراضی کی اغراض کو حکومتِ برطانیہ کی بقاء سے وابستہ کر دینا زیادہ اہمیت رکھتا ہے"

حقیقت میں یہی ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ کاشتکاروں اور زمینداروں کا نفع بھی اسی میں تھا۔ رعایا کی فلاح اور بہبودی اسی میں مضمر تھی۔ اور اسی کا اعلان کوئن وکٹوریہ کے اعلان ۱۸۵۸ء میں پایا جاتا ہے۔

" اعلان مذکور کے دفعہ میں ہے" اس کا ہم کو بخوبی علم ہے کہ اہل ہند اُس آراضی کو جو اُن کے بزرگوں سے انہیں وراثتاً پہونچی ہے بہت عزیز رکھتے ہیں اس لئے ہم کو بھی اسکا بڑا لحاظ ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ یہ حقوق اُن کے جو اراضی سے متعلق ہیں بشرط ادا کرنے مطالبہ سرکاری کے محفوظ رہیں اور ہمارا حکم ہے کہ بوقت تجویز و نفاذ قانون کے عموماً حقوق قدیمی اور ملک کے رسم و رواج پر لحاظ کامل ہوتا ہے۔

دفعہ ۹ میں ہے " اور ملک کا ایسا انتظام کیا جائے کہ جس سے ہماری ساری رعایا باشندہ ملک مذکور کو فائدہ ہو۔ کیونکہ ان کی فارغ البالی ہمارے لئے موجب اقتدار اور اُن کی فراغت ہمارے لئے باعث بے خطری اور اُن

کی شکر گذاری ہمارے لئے پُورا صلہ ہے۔"

ظاہر ہے کہ مالگذاری کی زیادتی جیسا کہ میعادی بندوبست میں وقوع پذیر ہو رہی ہے مالکین اراضی کو نہ صرف اُن کے حقوق قدیمہ اور رسُوم سے محروم کرنے والی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اُن کو اراضی سے بھی بالکل محروم کر دیتی ہے۔ جائدادیں نیلام ہو جاتی ہیں قیدخانوں میں جانا پڑتا ہے۔ قرضوں اور سُود در سُود کی لعنتیں بربادی کا باعث بن جاتی ہیں۔ علی ہذا القیاس میعادی بندوبست کی وجہ سے کاشتکار اور زمیندار کا فارغ البالی اور خوشحالی کو کھو دینا اُن کے فوائد کا اس کی بنا پر خاتمہ ہو جانا۔ اُن کا بے گھر اور بے در ہو جانا اظہر من الشمس ہے۔ مگر افسوس کہ برطانوی تنگ دستی اور حرص اور اُس کی پس ڈالنے والی زیادہ ستانی نے اس اعلان کو بھی پس پشت کر دیا۔ خدا کی قدرت کہ جو تجویز ملکہ وکٹوریہ نے ۱۸۶۲ء میں منظور کر لی تھی۔ اور وہ ۱۸۶۳ء میں مکمل بھی ہو گئی تھی۔ اور اُس کے متعلق رعایا کے دلوں میں خوشی اور اُمید کے جذبات پیدا ہو چکے تھے، بلکہ صوبہ آگرہ کے بعض مشرقی اضلاع میں اس کا نفاذ بھی ہو چکا تھا۔ اکیس سال بعد ۲۸ مارچ ۱۸۸۳ء کو سکرٹری آف اسٹیٹ نے ان الفاظ میں منسوخ کر دیا "جس پالیسی کی داغ بیل ۱۸۶۲ء میں رکھی گئی تھی۔ اب وقت آگیا ہے کہ اُس کو باضابطہ ترک کر دیا جائے۔"

ظاہر ہے کہ یہ صرف برطانیہ اور اُس کے ذمہ داروں کی اُس زرطلبی کی بھوک کی وجہ سے ہوا ہے جو کہ مثل جہنم ہر وقت میں ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کا نعرہ بلند کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ اگرچہ ۱۸۵۹ء میں تمام ہندوستان کی مالگذاری ستر کروڑ تیس لاکھ رُوپیہ تھی۔ مگر ۱۹۱۳ء میں اضافہ ہوتے ہوتے تقریباً اکیس کروڑ روپیہ تک پہونچ گئی۔ یقیناً دوامی بندوبست والی زمینوں میں اضافہ نہیں ہوا یہ سب اضافہ صرف میعادی بندوبست والی زمینوں کا ہے۔

اگرچہ کل مزروعہ زمینوں میں سے (۴۵) فیصدی دوامی بندوبست والی زمینیں ہیں۔ اور

(۵۵) فیصدی میعادی بندوبست والی ہیں۔ جن میں ہر پندرہ سال سے تیس سال بعد میں

بندوبست کی تجدید ہوجاتی ہے۔ اور مالگذاری کا اضافہ ہوتا رہتا ہے مگر کل مالگذاری تقریباً

چوراسی فیصدی میعادی بندوبست والے حلقوں سے وصول ہوتا ہے اور سولہ فیصدی دوامی

بندوبست والے حلقوں سے وصول ہوتا ہے۔ اس مزید وصولیابی نے زمینداروں اور کاشتکاروں

کو تقریباً مردہ کر دیا ہے۔ زمینیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں۔ جانوروں کو چارہ نہیں ملتا۔ ان

کی قوت اور نسل کم ہوتی جاتی ہے۔ چراگاہیں معدوم ہوتی جاتی ہیں۔ زمیندار دیوالیہ

ہوتے جاتے ہیں۔ اضافہ بند نہیں ہوتا۔ کاشتکار فاقوں سے مرتے جاتے ہیں۔

پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ خلاف دفعہ اعلان وکٹوریہ زمینداروں کے قدیمی حقوق اور ملک

کے رسم و رواج کے خلاف کاری اور موروثیت کے قوانین ایسے بنائے گئے جن سے نہ صرف اس

اعلان کی خلاف ورزی ہوئی بلکہ زمینداروں اور کاشتکاروں کے درمیان میں نہایت جانکاہ

محاذ جنگ قائم کر دیا گیا۔ اور آہستہ آہستہ زمینداروں کو اُن کے جملہ حقوق قدیمہ اور رسوم سے

محروم کر دیا گیا۔ اور اعلان کوئین وکٹوریہ ایک ورقہ پارینہ کر کے پھینک دیا گیا۔

مالگذاری کا تقرر اور اس کے متعلق اعلانات کی خلاف ورزی

انگریزی حکومت سے پہلے مال گذاری خام تھی یعنی پیداوار کا چوتھائی حصہ یا اُس کی قیمت وصول کی جاتی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے قبضہ پاتے ہی مالگذاری پختہ کر دی یعنی نقد کی صورت میں پیداوار کی مقدار مشخص کر کے مقرر کر دی خواہ زمین میں کاشت ہو یا نہ ہو۔ فصل عمدہ ہو یا خراب ہو، مقدار معین مالک زمین کو ادا کرنی ہوگی۔ پھر شرح مالگذاری پچیس فیصدی سے بہت زیادہ کر دی حتیٰ کہ بعض بعض صوبوں میں اسی فیصدی اور

نوے فیصدی پیداوار میں سے مقرر کی گئی جس کی وجہ سے عام رعایا انتہائی بربادی میں مبتلا ہوگئی۔ رقم وصول کرنے میں بھی نہایت سنگدلی اور تشدد سے کام لیا۔ اس بنا پر بہت زیادہ پروٹسٹ کیا گیا۔ بالآخر ۱۸۵۵ء میں سہارنپور میں کمیشن بٹھایا گیا جس میں اصولی طور پر قرار پایا کہ صرف پچاس فیصدی مالگذاری وصول کی جایا کرے۔ اور اسی کا اصول ہونا تمام ہندوستان کے لئے تسلیم کر لیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ پچاس فیصدی سے زیادہ مالگذاری نہ لگائی جائے۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اسکی خلاف ورزی شروع کر دی گئی۔ اور ابواب کے نام سے مزید محصول لگایا جانے لگا۔ جس کی مقدار مختلف صوبجات میں مختلف ہے۔ صوبہ متحدہ میں ابواب کی شرح ابتدا میں سوا چھ فیصدی مقرر کی گئی مگر آخر میں بڑھتے بڑھتے دس فیصدی تک پہونچ گئی۔ چندہ شفاخانہ جات اسکے علاوہ قائم کیا گیا۔“

فارورڈ پالیسی اور اسکے متعلق اعلانات کی خلاف ورزی

۱۸۵۷ء کے ہنگامہ انقلاب کے اسباب میں یہ سبب بھی شدومد سے کہلایا گیا ہے کہ کمپنی کے گورنر ذمہ دار حکام ہمیشہ توسیع مملکت اور خلاف عہود و مواثیق مختلف حیلوں سے زمینوں کے دبانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ اسی بنا پر کوئن وکٹوریہ کے اعلان کے دفعہ ۳ میں مندرجہ ذیل الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔

”جو ملک بالفعل ہمارے قبضہ میں ہے ہم اس سے زیادہ کرنا نہیں چاہتے اور جبکہ یہ ہم کو گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص ہماری مملکت یا حقوق میں دست اندازی کرے تو ہم بھی پیش قدمی کی اپنی طرف سے بہ نسبت ملکیت یا حقوق اوروں کے اجازت نہ دیں گے۔ اور والیان ہند کے حقوق و منزلت اور عزت مثل اپنے حقوق و منزلت اور عزت کے عزیز سمجھیں گے۔

یہ زوردار الفاظ فارورڈ پالیسی کے خلاف اس اعلان میں تھے جس کی وہ توہین اور تذلیل کیگئی

ہے کہ الامان والحفیظ۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۷۵ء تک حسب اعلان وکٹوریہ فارورڈ پالیسی اور توسیع مملکت کا جنون بند رہا۔ مگر اس دوران میں انگلستان کی پبلک کے دلوں میں توسیع سلطنت کے ولولے پیدا ہو گئے۔ اور اب ان لوگوں کی چڑھ بنی جو پیش قدمی کی پالیسی کے حامی تھے پہلے سر بارٹھ فیر نے کئی بار کوشش کی تھی کہ افغانستان کی طرف پیش قدمی کی جائے، بالآخر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوئے اور لارڈ نارتھ بروک پر زور ڈالا گیا کہ وہ اس پالیسی پر عملدرآمد کریں۔ لارڈ نارتھ بروک اس کو ہندوستان کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ ۱۸۷۶ء میں وائسرائے ہند کے عہدے سے استعفاء دے کر انگلستان واپس چلے گئے۔ اور ان کی جگہ لارڈ لٹن آئے۔ تو انھوں نے پیش قدمی کی پالیسی کی تعمیل میں کابل کو مشن بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کابل کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں دو کروڑ پونڈ صرف ہوا جس میں سے پچاس لاکھ پونڈ انگلستان سے وصول ہوا۔ باقی ماندہ ڈیڑھ کروڑ پونڈ کا بار ہندوستان پر ڈالا گیا۔ اس کے بعد برابر افغانستان اور اطراف وجوانب افغانستان پر حملے ہوتے رہے۔ اس زمانہ سے لیکر آجتک کم وبیش تیس پینتیس لڑائیاں چھوٹی اور بڑی ہو چکی ہیں۔ جن میں صوات، تیراہ، چترال، کھجوری وغیرہ کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ آفریدیوں، مسعودیوں، مہمندیوں وغیرہ قبائل کو یکے بعد دیگرے تخت وتاراج کیا گیا۔ ان کی زمینیں چھینی گئیں۔ اور آج بھی تین چار برس سے وزیرستان پر وحشیانہ حملے جاری ہیں۔ اور ان کی زمینوں کو اپنے قبضہ میں لانے کی ہر امکانی کوشش جاری ہے۔ خلاف واقع الزامات ان پر رکھے جاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے خلاف انسانیت مظالم سے ان کو برباد کیا جارہا ہے۔ ان تمام سرحدی لڑائیوں پر کروڑوں نہیں اربوں روپیہ بلکہ حسب تحقیقات مسٹر آصف علی صاحب سات ارب سے زیادہ روپیہ خرچ کیا جا چکا ہے جس کا بار ہندوستان پر رکھا جاتا ہے۔ ہندوستانیوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ ہندوستان کی

رسد اور ہتھیار برباد ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان کی قومی جماعتیں بالخصوص کانگریس ۱۸۹۶ء سے برابر اس کے خلاف آواز بلند کر رہی ہے۔ مگر برطانیہ نہ اپنے اعلان کو قابلِ وقعت قرار دیتی ہے اور نہ ہندوستان کی غربت اور افلاس کا خیال کرتی ہے۔ اور ہوسِ ملک گیری میں مست ہو کر ہر طرح کے شرمناک اور تیرہ تاریک وقائع عمل میں لاتی رہتی ہے۔

مذکورہ بالا اعلان کے بعد کوٹ آف دوار کو اپنے قبضہ میں لایا گیا۔ صوبہ برار پر قبضہ جمایا گیا ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظامِ دکن کے ساتھ عہدناموں کو توڑا گیا۔ اُن کے اختیارات میں دخل اندازی کی گئی۔ اُن کو طرح طرح سے مجبور کر کے مثل مضغۂ گوشت بے دست و پا بنا دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ،

اعلاناتِ دربارہ مقاماتِ مقدسہ و خلافت اور اُن کی خلاف ورزی

۱۹۱۴ء ۲ر نومبر کو وائسرائے ہند نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اعلان کیا۔

"برطانیہ عظمیٰ اور ٹرکی میں جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے جو دولت عثمانیہ نے قصداً بغیر کسی قسم کی دھمکی دیے جانے کے غلط مشوروں سے شروع کی ہے ملک معظم کی گورنمنٹ ہز ایکسلنسی وائسرائے ہند کو اختیار دیتی ہے کہ وہ عرب کے مقدس مقامات اور عراق کی مقدس زیارت گاہوں اور جدہ کے ساحل کے متعلق ایک عام اعلان کر دیں تاکہ ملک معظم کی بہت ہی وفادار ہندوستانی مسلم رعایا کو اس جنگ کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔ مذہبی سوال سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اعلان یہ ہے کہ یہ مقدس مقامات اور جدّہ برطانیہ کے بحری اور بری فوج کے حملے اور دستبرد سے بالکل محفوظ رہے گا۔ تاوقتیکہ ہندوستانی حاجی اور زوار کی آمد و رفت میں کوئی دست اندازی نہ کی گئی۔ ملک معظم کی گورنمنٹ کے کہنے سے فرانس اور روس

کی حکومتوں نے بھی اسی قسم کا اطمینان دلایا ہے؟

وزیر اعظم برطانیہ ۵ جنوری ۱۹۱۸ء کو ہاؤس آف کامنس میں کہتے ہیں۔ نہ ہم اسلئے لڑ رہے ہیں کہ ترکوں کو ان کے دار السلطنت یا ان کے مشہور اور زرخیز سوبجات ایشیائی کوچک اور تھریس سے محروم کردیں جہاں ترکوں کی تعداد غالب ہے۔

وزیر اعظم برطانیہ ۲۶ فروری ۱۹۲۰ء کو کہتے ہیں۔ یہ اعلان ضروری اور غیر مشروط تھا۔ اور جان بوجھ کر شائع کیا گیا تھا اور آبادی کے ہر طبقہ کی رضامندی سے تھا۔ حزب العمال نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی تھی۔

مگر ان سب اعلانات اور عہود کے باوجود بندرگاہ جدہ پر ایک ہفتہ تک گولہ باری کی گئی وہاں پر فوجیں اتاری گئیں۔ مکہ معظمہ میں قشلہ اور قلعہ جیاد پر گولہ باری کی گئی۔ طائف کا حصار کیا گیا۔ اور تقریباً ڈیڑھ ماہ یا اس سے زاید گولہ باری ہوتی رہی۔ ترک مردوں، عورتوں، بچوں کو مکہ معظمہ اور طائف اور جدہ سے اسیر کر کے مصر وغیرہ کے قیدخانوں اور سارت گاہوں میں بھیجا گیا بقول کرنیل لارنس شاہ حجاز کو اتحادیوں کے ساتھ دینے پر آمادہ کیا گیا۔ عراق میں مقدس مقامات پر حملہ کیا گیا۔ ترکوں کو سمرنا اور تھریس سے دست بردار ہونے کا معاہدہ سیورے میں مطالبہ کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب امور زمانہ تحریک خلافت میں پوری طرح واضح ہو چکے ہیں جن سے انگریزی اعلانات اور عہود و مواثیق کی حیثیت بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ اسیطرح شریف حسین اور عربوں سے معاہدہ کیا گیا۔ اور ان کو تمام اس سرزمین میں جہاں پر عربی زبان بولی جاتی ہے مستقل عربی حکومت اور آزادی کا سبز باغ دکھا کر اپنی (اتحادیوں کی) امداد اور ترکوں سے بغاوت پر آمادہ کیا گیا۔ مگر کامیابی کے بعد ان کو ہر طرح ذلیل وخوار کیا گیا۔ شریف حسین کو جزیرہ قبرص میں نظربند کر دیا گیا۔ فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے ہر ایک کو معلوم ہے۔ شام کو فرانس کے

حوالہ کر دیا گیا۔ مشرق اردن اور عراق کو اپنی زیر سیادت شریف کے بیٹوں کے سپرد کر دیا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہندوستان کی آزادی کے متعلق اعلانات کی تفصیل

ہم اس سے پہلے لارڈ میکالے کی تقریر ۱۸۳۲ء کی نقل کر چکے ہیں جس میں وہ فرماتے ہیں۔

"ممکن ہے کہ بہتر حکومت کے ذریعے ہم اپنی رعایا میں بہتر حکومت کی صلاحیت پیدا کر دیں۔ اور مغربی علوم سے آشنا ہونے کے بعد کسی آئندہ عہد میں وہ مغربی اداروں کا مطالبہ کرنے لگیں۔ وہ دن کبھی آئیگا یا نہ آئے گا، مجھے معلوم نہیں۔ لیکن میں اس کو روکنے یا ٹالنے کی ہرگز کوشش نہ کروں گا اور جب کبھی یہ وقت آئے گا تو برطانیہ کی زندگی میں وہ دن سب سے زیادہ فخر و مباہات کا دن ہوگا۔"

(۲) ۱۸۵۸ء کے اعلان کوئین وکٹوریہ کے دفعہ ۶ میں مندرجہ ذیل الفاظ تھے۔

"جو لوازم بہ نسبت اپنی دوسری رعایا کے ہم پر واجب ہیں وہی لوازم بہ نسبت اپنی رعایا ہند کے ہم اپنے ذمہ لازم بنائیں گے۔ اور بفضل خدا وفاداری اور راستی کے ساتھ ہم لوازم مذکور کا لحاظ کرتے رہیں گے یعنی اسٹریلیا کینیڈا فیجی۔ ماریشس کیپ کالونی ساؤتھ افریقہ۔ نیوزیلینڈ وغیرہ کے بسنے والی انگریزی رعایا اور ہندوستان کی بسنے والی رعایا کے حقوق برابر رکھے جائیں گے۔ اور جو مراعات دوسروں کے ساتھ کی جائیں گی وہ ہندوستانیوں کے ساتھ بھی ضرور بالضرور کی جائیں گی۔"

قیصر ہند ایڈورڈ ہفتم نے اپنے پیغام میں مندرجہ ذیل الفاظ ذکر کئے تھے۔ (۳)

"تمام باشندگان ہند کو خواہ وہ رئیس معاون ہوں یا رعیت مطیع۔ میں از سر نو یقین دلاتا ہوں کہ میں اُن کی آزادیوں کا خیال رکھوں گا۔ اُنکی ترقی پر نظر رکھوں گا۔ اور اُن کی فلاح و بہبودی میں کوشاں رہوں گا۔ اور میری حکومت کے یہی اعلیٰ فرائض و مقاصد ہیں۔ اور یہی مقاصد انشاء اللہ تعالیٰ میرے ہندوستان کی سلطنت وسیع کی روز افزوں مرفہ الحالی اور اس کے باشندگان کی مزید شادمانی اور کامرانی کا باعث ہونگے"

(۴) مسٹر گلیڈ سٹون ہاؤس آف کامنس میں یکم مئی ۱۸۹۳ء

"اور نہ صرف مصر، بلکہ ہندوستان کے متعلق بھی میں یہ کہوں گا کہ کسی مُلک پر دائمی قبضہ کر لینا برٹش گورنمنٹ کی قدیم روایات کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستانیوں کو یہی امید رکھنا چاہیئے کہ ہم ہندوستان کا قبضہ اس وقت تک اپنے ہاتھ میں رکھیں گے جب تک کہ وہاں کی ضروریات اور ملکی ترقی و خوشحالی اُس درجے پر نہ پہونچ جائے جو ایک مہذب ملک کے لئے ضروری ہے"

(۵) رپورٹ لارڈ کرومر متعلقہ مصر صفحہ ۱۲ مطبوعہ لندن ۱۸۹۷ء

برٹش گورنمنٹ کو اس بارے میں اعلان کرنے کیلئے ہرگز پس و پیش نہیں ہو سکتا کہ ہماری ایشیائی مقبوضات کے متعلق ہمارا رویہ صاف صاف یہی ہے کہ دنیا میں ہماری دوسری نوآبادیوں کے برابر اُن ملکوں کے حقوق بھی ہونا چاہئیں۔ میرے دوست مسٹر گلیڈ سٹون نے جبکہ گذشتہ مہینہ میں میری اُن سے ملاقات ہوئی تھی، مجھے یہی یقین دلایا تھا۔

(۶) سر ایلڈن گورسٹ ہاؤس آف کامنس میں ۷ر مارچ ۱۹۰۹ء

ہندوستان کی نیشنل کانگریس کے ممبروں کو کوئن وکٹوریہ کی وہ مشہور تقریر ہرگز نہیں بھولنا چاہئے جس میں صاف صاف اس بات کا اعلان کیا گیا ہے کہ ہم اس ملک پر کوئی زبردستی کا قبضہ نہیں رکھنا چاہتے۔ ہم وہاں کے باشندوں کی خوشحالی، اُن کی آزادی اور امن وامان کے خواہاں ہیں اور اگر ہم کو یقین دلایا جائے کہ تعلیم نے اس ملک میں ایسی ترقی کرلی ہے کہ وہاں والوں کو اپنے معاملات میں ہماری سرپرستی کی ضرورت نہیں ہے تو ہم آج اس کا اعلان کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ہندوستان کو بھی مثل دیگر برٹش مقبوضات کے خودمختار بنا دیا جائے گا۔

(سرزمین فراعنہ میں۔ ان دی لینڈ آف دی فیروز
مصنفہ دوست محمد ایڈیٹر امریکن ٹائمز لندن)

تعلیمی ترقی کا ڈھونگ

واضح ہو کہ بسا اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستانی اُس وقت قابل خودمختاری ہوسکیں گے جبکہ اُن میں تعلیم مثل دیگر ممالک متمدن نہ ہو جائے یعنی فیصدی ۹۵ یا ۹۴ تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ مگر یہ صریح دھوکہ ہے وجوہ ذیل ملاحظہ ہوں۔

(الف) کیا جس وقت یونان، بلگیریا، ہرزی گوینا، بوسینیا، آرمینہ، رومانیہ وغیرہ کو آزاد کرایا گیا۔ اُن میں یہ مقدار تعلیم یافتہ لوگوں کی موجود تھی۔ اور کیا یہ قومیں تعلیم و تہذیب میں ہندوستان سے بھی گری ہوئی نہیں تھیں۔

(ب) کیا ہندوستان کا تعلیم میں گرا ہوا ہونا برطانیہ ہی کا کرشمہ نہیں ہے۔ سر طامس منرو مسٹر لڈلو مسٹر ہالول۔ الگزنڈر ہملٹن۔ پروفیسر مکس مولر۔ سر الفنسٹن الیف وارڈن وغیرہ کی

تصریحات دلالت کرتی ہیں کہ انگریزی حکومت سے پہلے ہندوستان تعلیم میں بہت آگے تھا۔ اسکی عام آبادی لکھنا پڑھنا جانتی تھی۔ جگہ جگہ ہر ہر قریہ اور آبادی میں مدرسوں کی کثرت تھی مگر انگریزی حکومت نے سب کو فنا کیا۔ پس اس کی جملہ ذمہ داری برطانیہ کے سر پر ہے۔

(ج) ۱۸۷۱ء میں ہندوستانیوں کے تعلیم یافتہ افراد فی صدی ۲ء۳ تھے۔ اور اب ۱۹۳۱ء میں اُن کی تعداد فی صدی آٹھ سے کچھ زیادہ ہے۔ اگر تعلیمی ترقی کی یہی رفتار رہی تو ایک ہزار برس سے زیادہ میں ہندوستان اس قابل ہوسکے گا کہ وہ دوسرے یورُوپین ملکوں کے مساوی ہوسکے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان کو ایک ہزار برس کے بعد آزادی دی جائے گی۔

(د) برطانیہ نے تعلیمی ترقی میں لاپروائی اور ناقابل عفو جرم کیا ہے۔ ہندوستان میں جبریہ تعلیم کا نہ ہونا۔ مصارف تعلیم میں ہندوستان کی آمدنی کا نہایت قلیل حصّہ خرچ کرنا وغیرہ وغیرہ امور اسکے سبب ہیں جاپان روس وغیرہ نے نہایت تھوڑی مدت میں اپنے ملک کو تعلیم یافتہ بنا لیا۔

(ہ) انتظامات ملکیہ ہندوستان میں نہایت مکمل طریقے پر جاری تھے۔ مگر سب کو انگریزی حکومت نے ملیامیٹ کیا۔ انتظامات موقوف علم پر نہیں ہیں۔ مسٹر کرٹس لکھتا ہے۔

" نہ میں اس خیال کا موید ہوں کہ ایک رائے دہندہ محض ناخواندہ ہونے کی وجہ سے خارج کئے جانے کے قابل ہے۔ حالانکہ دوسرے اعتبارات سے وہ رائے دینے کی اہلیت رکھتا ہو میں انگلستان میں ہوتا تو میرے نزدیک اپنے گاؤں کے اس دہقان کا فیصلہ جو نام لکھنا بھی نہیں جانتا ایک نووارد مدرس کی رائے سے جو اُسی روز لندن سے پہونچا ہے زیادہ اعتماد کے قابل ہوتا۔ (صفحہ ۱۱ خطوط)

(و) تعلیمی ترقی کا سوال اٹھانا محض مغالطہ اور ابلہ فریبی ہے۔ اپنے مستقل مفادات کی

بنا پر اس قسم کی ٹال مٹول کی جا رہی ہے ۔ مسٹر کرٹس کہتے ہیں ۔
مختصر یہ ہے کہ تعلیمی ترقی کو ہندوستان کی سیاسی مشکل کا حل تصور کرنا جیسا کہ عرصے سے لوگوں کا خیال ہے ایک خطرناک مغالطہ ہے جسمیں صداقت صرف جزواً شامل ہے ہندوستانی عقدوں کے قفل کی جو اصل کنجی ہے تعلیمی ترقی اس کا صرف ایک ٹکڑا ہے اور اکیلے اس ٹکڑے سے کام لیا جائیگا تو نتیجہ وہی ہوگا جو قفل پر ٹوٹی ہوئی کنجی آزمانے کا ہوتا ہے ۔

ہز ایکسلنسی سر مالکم ہیلی کہتا ہے ۔
" میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ملک سیاسی ترقی سے اس وقت تک روکا جائے جبتک کہ تعلیم یافتہ خواندوں کی تعداد غالب نہو جائے اسکا انتظار تو ہم نے انگلستان میں بھی نہیں کیا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم کی شروط بھی اسی منافقت کے نتائج ہیں جو زمانۂ موجودہ کے تمدن کا لب لباب ہے ۔

(۷) ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء کو انگلستان کی پارلیمینٹ نے مندرجہ ذیل الفاظ اعلان کئے ۔
حضور ملک معظم کی پالیسی جس سے گورنمنٹ ہند بالکل متفق ہے یہ ہے کہ ہر شعبۂ انتظامی میں ہندوستانیوں کا اضافہ ہو ۔ اور خود مختار جماعتوں کا رفتہ رفتہ نشو و نما بدیں غرض کیا جائے ۔ کہ ہندوستان میں بتدریج حکومت خود اختیاری قائم ہو کر سلطنت برطانیہ کا جزو اعظم بنے ۔

(۸) لفٹننٹ گورنر صوبہ یو ۔ پی ۔ الہ آباد یونیورسٹی کے جلسہ کانوکیشن کے ایڈریس کے جواب میں کہتا ہے ۔
" سلطنت برطانیہ نے اعلان کیا ہے کہ ہندوستان کا نصب العین حکومت خود اختیاری ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ ملک کا انتظام بذریعہ ایک انتظامیہ جماعت کے کیا جائے جو بذریعہ ایک قانونی منتخب شدہ جماعت کے قائم ہوئی ہو ۔ اور وہ منتخب شدہ جماعت عوام الناس کے سامنے جواب دہ ہو ۔ اور اب ہمیں اپنا راستہ اس نصب العین کی طرف قائم کرنا ہے ۔

(۹) ڈیوک آف کیناٹ ۱۹۲۱ء میں جدید اسمبلی کے افتتاح کے وقت ۹ فروری کو ملک معظم کی طرف سے کہتے ہیں۔

سالہا سال سے بلکہ چند نسلوں سے ہمدردان ملک اور وفادار ہندوستانی اپنی بھارت ماتا کے لئے سوراج کا خواب دیکھ رہے تھے۔ آج میری سلطنت میں آپ کے لئے سوراج کی ابتدا ہو رہی ہے اور آپ کو ترقی کے وسیع ترین اور اعلیٰ درجہ کے مواقع مل رہے ہیں جن سے میری نوآبادیات کے مانند آزادی حاصل ہو۔

(۱۰) مذکورہ بالا تقریر کے بعد اسی مجلس میں وائسرائے کی اور دوبارہ ڈیوک آف کیناٹ کی تقریریں ہوئیں جنمیں واضح الفاظ میں بیان کیا گیا کہ

اب مطلق العنان حکومت کا اصول قطعی طور پر ترک کر دیا گیا۔ پس اس وقت سے ہندوستانی معتد بہ درجہ میں اپنا بوجھ خود اٹھائے گا۔

(۱۱) ایکٹ گورنمنٹ آف انڈیا ۱۹۱۹ء

پارلیمنٹ کی پالیسی جس کا اعلان کیا جا چکا ہے یہ ہے کہ ہندوستان کے ہر شعبہ میں ہندوستانیوں کی تعداد مسلسل بڑھائی جائے تاکہ اس سے برٹش انڈیا میں بحیثیت سلطنت برطانیہ کے ایک اہم جزو کے ذمہ دار حکومت کا مسلسل احساس پیدا ہو۔

(۱۲) لارڈ ارون وائسرائے ہند۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء طویل اعلان میں۔

مجھے ملک معظم کی طویل حکومت کی طرف سے یہ صاف طور پر بیان کرنے کے اختیارات دیئے گئے ہیں کہ ہندوستان کی آئینی ترقی کا قدرتی نتیجہ درجہ نوآبادیات کا حصول ہے۔

ان مقالات کے علاوہ ۲ نومبر ۱۹۰۸ء کا اعلان اور ۲۳ دسمبر ۱۹۱۹ء کا مفصل اعلان بھی موجود ہے اُن کو ہم نے بخوف طوالت حذف کر دیا ہے جن کا خلاصہ بھی انہیں مذکورہ بالا الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

(۱۳) دفعہ ۹۔ اعلان ۸ رمارچ ۱۹۲۱ء کے مندرجہ الفاظ زیادہ تر صاف ہیں۔

سب سے بڑھ کر ہماری خواہش اور خوشنودی یہ ہے کہ ہماری پارلیمنٹ نے برطانی ہندوستان میں قلمرو کا ایک جزو رہ کر ذمہ دار حکومت کے قیام کو ترقی دینے کے لئے جو تجویز مرتب کر رکھی ہے اسکو آخری درجہ تک پورا کیا جائے۔ تاکہ برطانی ہند ہماری نوآبادیات کے درمیانی وہ درجہ حاصل کرے جس کا وہ مستحق ہے۔

(۱۴) مسٹر بالڈون ۱۹۲۷ء میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اس وقت سے منزل مقصود کو پہونچنے کے لئے بڑی ترقی کی گئی ہے۔ اور دولت متحدہ برطانیہ کی اقوام کی مشترکہ سرگرمیوں میں اب ہندوستان بھی شریک ہے۔ اور جب وقت آگیا تو ہم دیکھیں گے کہ ہندوستان بھی دیگر مستعمرات کے ساتھ مساوی حصہ دار ہے۔

ہم نے اس جگہ پر آزادی ہندوستان کے متعلق تاج برطانیہ اور اُسکے ذمہ دار اصحاب کے چند مقالات کو اس وجہ سے جمع کر دیا ہے کہ آپ حضرات اُن کو دیکھ کر فیصلہ کریں کہ ۱۸۳۳ء سے لے کر آج تک کس طرح اور کس قسم کے الفاظ ہندوستانیوں کو سبز باغ دکھائے گئے ہیں۔ سو برس سے زاید مدت ہو چکی ہے۔ اسی بھول بھلیاں میں ہندوستانیوں کو چکر دیا جا رہا ہے۔ ۱۸۴۸ء سے لے کر ۱۸۶۰ء تک برطانیہ کی جتنی نوآبادیات تھیں سب کو یکے بعد دیگرے آزادی دی گئی۔ کنیڈا۔ اسٹریا۔ فیجی۔ نیوزیلینڈ۔ مارشس کیپ کالونی۔ نیٹال۔ آئرلینڈ وغیرہ وغیرہ مگر ہندوستان آج تک ہر قسم اور ہر درجہ کی آزادی سے محروم ہے۔ بجز الفاظ اس کے پاس کچھ نہیں آیا۔ ادھر آزادی کے الفاظ تو یہ ہیں، ادھر رجعت پسندوں کے الفاظ اور ان کے اعمال کو ان الفاظ آزادی کے ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمائیے۔ الفاظ مندرجہ ذیل ملاحظہ ہوں۔

شاہی اعلان ومواعید کی ذمہ داران برطانیہ کی طرف سے قولی مخالفت

(۱) لارڈ کرزن (ہندوستان کے انتظام کے متعلق (سول سروس کے لئے)

زیادہ تر جماعت چیدہ یورپینوں کی ہونی چاہیئے۔

(۲) مسٹر لائیڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ ہاؤس آف کامنس میں۔ ۲ اگست ۱۹۲۲ء کو (گاندھی جی کے پونہ میں قید ہوجانے اور چوراچوری کے واقعہ کے بعد تحریک آزادی میں سستی پڑ جانے کے بعد)

اگر پہلے سے یہ بات صاف نہیں ہے تو اب میں صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ ہماری غرض اصلاحات دینے سے یہ نہیں ہے کہ انجام کار ہم اپنی امانت سے بالکل دست بردار ہوجائیں۔ جو بات خاص طور پر میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہندوستانی بحیثیت جماعت مقننہ کے یا بحیثیت مدبران ملک کے خواہ کیسے ہی کامیاب کیوں نہوں۔ مگر میرے نزدیک کوئی زمانہ ایسا نہ ہوگا کہ ان کا کام انگریزی عہدہ داروں کی ایک تھوڑی تعداد کے بغیر چل سکیگا جو ساڑھے اکتیس کروڑ کی آبادی میں کل بارہ سو ہیں۔

(۳) پھر فرماتے ہیں۔

انگریز افسران ملازمت کی تمام عمارت کے لئے بمنزلہ فولادی قالب کے ہیں۔ اگر اس قالب کو ہٹا لیا جائے تو تمام عمارت منہدم ہوجائے۔

اس تقریر کی بنا پر جو کہ تاج برطانیہ کے نہایت ذمہ دار وزیر اعظم سے صادر ہوئی تھی دوسرے ہی دن ۳ اگست ۱۹۲۲ء کو اور پھر ۶ اگست ۱۹۲۲ء کو صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم نے جبکہ وہ لندن میں وزیر ہند کی کونسل کے ممبر تھے۔ دو زبردست چٹھیاں وزیر ہند کو بطور احتجاج کے لکھیں۔ اور درخواست کی کہ وہ وزیر اعظم کے پاس بھیجدی

جائیں۔ ان میں نہایت تفصیل کے ساتھ دکھایا گیا کہ وزیر اعظم کی یہ تقریر شاہی اعلان ۱۹۱۷ء
اور گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۱۹ء اور شاہی اعلان ۱۹۲۱ء کے کس قدر منافی تھی اور
حکومت کو وہ کونسی ضرورت پیش آئی کہ ۱۹۲۱ء کے اعلان کے صرف ڈیڑھ سال بعد اس
تقریر کے ذریعہ اُسے کالعدم کر دیا گیا۔ صاحبزادہ صاحب نے اپنی چٹھی میں یہ بھی دکھایا
تھا کہ قانون گورنمنٹ ہند ۱۹۱۹ء کے الفاظ یہ تھے کہ "پارلیمنٹ کی پالیسی جس کا اعلان
کیا جا چکا ہے، یہ ہے کہ ہندوستان کے ہر شعبہ میں ہندوستانیوں کی تعداد مسلسل بڑھائی
جائے۔ تاکہ اس سے برٹش انڈیا میں بحیثیت سلطنت برطانیہ کے ایک اہم جز کے ذمہ دار
حکومت کا مسلسل احساس پیدا ہو۔

اسی سلسلہ میں صاحبزادہ موصوف نے لکھا کہ "جب مندرجہ بالا الفاظ میں کوئی قید کسی
قسم کی نہ تھی، تو اب بارہ سو انگریز عہدہ داروں کی کیوں قید لگائی جاتی ہے۔ اور جبکہ
وہ ہمیشہ مسلط رہیں گے۔ تو ہندوستانیوں میں خود اپنا انتظام کرنے کی قابلیت کیسے
پیدا ہو گی۔ وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ "انگریز افسران ملازمت کی تمام
عمارات کے لئے بمنزلہ فولادی قالب کے ہیں۔ اگر اس قالب کو ہٹا لیا جائے۔ تو تمام
عمارات منہدم ہو جائے گی۔ مگر جبکہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ لوگوں نے امتحانات مقابلہ
میں انگریزوں کو شکست دے کر اس درجہ پر پہونچا دیا کہ انھیں اپنی قوم کے لئے سول
سروس کے عہدے مخصوص کرنے پڑے۔ تو سوال یہ ہے کہ انگریز عہدہ داروں کے فولادی
قالب کے مقابلہ میں یہ ہندوستانی سول سروس والے کیا کچھ کم حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا وہ باوجود
امتحانات مقابلہ میں بالاتر رہنے کے فولادی قالب نہیں بلکہ چوبی قالب ہیں۔ جن کی
کمزوری کی وجہ سے تمام سلطنت کی عمارت منہدم ہو جانے کا اندیشہ وزیر اعظم کو تھا۔ مختصر یہ

کہ صاحبزادہ صاحب نے بہت کچھ زور لگایا۔ مگر لاٹھی کی طاقت کے سامنے حجت دلیل کہاں چل سکتی ہے۔ اور سرکاری گماشتوں کی ایک محدود تعداد کے ذاتی منافع کے مقابلہ میں سلطنتِ برطانیہ کے حقیقی منافع کی کب پروا کی جاتی ہے۔ وہاں تو اپنے حلوے مانڈے کی فکر لاحق رہتی ہے۔ (روشن مستقبل صہ ۴۱۳ و ۴۱۴)

(۴) سر ولیم جوائسن ہکس ہوم سکریٹری انگلستان اکتوبر ۱۹۲۳ء

ہم نے ہندوستان ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا ہے۔ اور ہم ہندوستان میں ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے نہیں ہیں۔

(۵) سنڈے ٹائمز مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ء

ہمیں صاف طور پر اس بات کو واضح کردینا چاہئے کہ انگریز ہندوستان میں بحالی صحت کی غرض سے مقیم نہیں ہیں، بلکہ اُن کا مقصد روپیہ پیدا کرنا ہے ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے مفاد و مصلحت کے خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنا اور اپنا مقصد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔

شاہی اعلانات و مواعید کی ذمہ داران برطانیہ کی طرف سے عملی مخالفت

اب آپ ان جملہ اعلانات کو جو کہ تاج برطانیہ اور ذمہ دارانِ برطانیہ کی طرف سے ہوتے رہے ہیں دیکھئے، اور ان مقالات کو جو کہ ذمہ داران برطانیہ ہی کی طرف سے شائع ہوئے ہیں دیکھئے، اور پھر فیصلہ کیجئے کہ صداقت کس میں ہے اور اعتماد کس پر اور کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ حکومتِ برطانیہ اور حکومت ہند کی عملی حکمت کو بھی جانچئے

کہ کہا گیا جاتا ہے اور کیا کیا جاتا ہے۔ ۱۹۲۱ء میں کہاں تو مطلق العنان حکومت کو قطعی طور پر ترک کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے اور پھر مطلق العنانی کے ساتھ نمک کا محصول دوگنا کر دیا گیا۔ گورنمنٹ نے بذریعہ سرٹیفکٹوں کے قوانین نافذ کرنے کا سلسلہ جاری کر دیا۔ ۱۹۲۳ء میں کینیا کے سخت فیصلہ سے ہندوستانیوں کی ذلت کی تکمیل کر دی۔ لبرل اصحاب اور آزاد خیال ممبران اسمبلی گورنمنٹ کو مسلسل شکستیں دیتے تھے۔ اور گورنمنٹ استبدادی پنجہ چلاتی تھی ۱۹۲۹ء میں پبلک سیفٹی بل خارج کیا گیا۔ آرڈیننس جاری کیے گئے۔ اس سے پہلے مسٹر لائیڈ جارج نے انگریزی سول سروس کی مداومت کا شاخسانہ لگا کر اس کی تنخواہوں اور الاؤنس میں اضافہ کر دیا۔ ۱۹۲۹ء میں جبکہ لارڈ ارون نے انگلستان سے آکر نوآبادیات کی حکومت کا مبہم اعلان کیا تھا تو انگلستان کی ایک پارٹی نے اس پر بہت زیادہ برہمی کا اظہار کیا۔ گاندھی نے ۲۳ دسمبر ۱۹۲۹ء کو وائسرائے (لارڈ ارون) سے ملاقات کی، اور مطالبہ کیا کہ حکومت نوآبادیات کے متعلق حکومت کی طرف سے صاف صاف وعدہ کیا جائے۔ کہ گول میز کانفرنس میں اس کے متعلق کیا طے کیا جائے گا۔ وائسرائے نے اس سے گریز کیا، اور کہا کہ اعلان میں جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے۔ گورنمنٹ کا نقطۂ نظر وہی ہے۔ حالانکہ اعلان میں نہایت مبہم مندرجہ ذیل الفاظ تھے۔

ہندوستان کی آئینی ترقی کا نتیجہ درجہ نوآبادیات کا حصول ہے۔

الفاظ کی وضاحت نہ ہونے سے اہل ہند کو حد درجہ کی مایوسی ہوئی اور یقینی طور پر سمجھا گیا کہ یہ محض دفع الوقتی کے لیے یہ بھی کہا گیا جیسے کہ پہلے متعدد اعلانوں

اور وعدوں کے بعد بار بار رجعت کی جا چکی ہے۔

حضرات برطانوی اعلانات اور شہنشاہی فرمانوں اور ذمہ داران حکومت کے وعدوں کی حقیقت اور پُرزور الفاظ کی قوت تو آپ مندرجہ بالا تفاصیل سے بخوبی پہچان گئے ہوں گے کہ یہ سب محض طفل تسلی اور ابلہ فریبی کے لئے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بلکہ سب میں صرف دفع الوقتی مطلوب ہوتی ہے۔ وقت گذر جانے کے بعد وہ ایسے فراموش ہو جاتے ہیں کہ گویا کچھ کہا ہی نہ گیا تھا۔ یا اُن کے ایسے معانی پہنا دیئے جاتے ہیں جو کہ کبھی وہم و گمان میں بھی نہیں آئے تھے۔ برطانیہ کی یہ عادت نئی نہیں ہے۔ ایک سو سال سے زائد ہو چکا ہے اسی کا تجربہ ہو رہا ہے بالخصوص ہندوستان اس قسم کے فیوض سے بہت زیادہ سرخرو کیا جا تا رہا ہے ایسی ایسی انوکھی شرطیں رکھدی جاتی ہیں جو کہ غیر ممکن الحصُول ہوں۔ ایسے ایسے حیلے تراشے جاتے ہیں جن کو کبھی کسی نے سُنا نہ دیکھا۔ آج جبکہ برطانیہ چاروں طرف سے جنگ عظیم میں گھری ہوئی ہے۔ جب بھی ہندوستان کے متعلق کسی قسم کی قابل اطمینان کارروائی نہیں کر رہی ہے۔ آپ لارڈ زٹلینڈ، مسٹر چیمبرلین، مسٹر ایمرے اور دوسرے ذمہ داران برطانیہ کے اقوال اور کلمات کو ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ جن اعلانات اور کلمات کو پہلے استعمال کیا گیا ہے کیا آج بھی اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی زیادہ مبہم اور غیر اطمینان بخش کلمات اور طریقے استعمال نہیں کئے جا رہے ہیں۔ پھر ہم انتہائی تعجب اور اُن سادہ لوحوں کے دل اور دماغ پر کرنے میں کیا حق بجانب نہیں ہیں جو کہ موجودہ کلمات اور اعلانات پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور اہل ہند بالخصوص مسلمانوں کو

دیتے ہیں کہ اس پر اعتماد کرو۔ اور سچ سمجھو۔ شبہات اور شکوک کو یک قلم نکال ڈالو۔

افسوس صد افسوس۔ کاش کچھ مفصل اور قابل اطمینان ہی الفاظ میں اور معتمد علیہ طریقوں ہی سے ہندوستانیوں کے دل ودماغ کو مطمئن کردیا جاتا۔ اور ابنی ہمدردی انسانی اور خدمت اقوام ضعیفہ کا الفاظ ہی میں حقیقی ثبوت پیش کردیا گیا ہوتا، تو بھی کچھ غنیمت سمجھا جاتا۔ اگرچہ وہ بھی حسب عادت قدیمہ وضع الوقتی ہی ہم جیسے کم سمجھ محمول کرنا ضروری سمجھتے سے

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

برطانیہ کہتا ہے کہ ہم اقوام ضعیفہ اور انسانی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں ہندوستان کو بھی ہمارے اس اعلیٰ مقصد میں شریک ہونا چاہیئے۔

اگر برطانیہ سچا ہے تو ہندوستان کو پہلے آزاد کیوں نہیں کردیتا۔ اگر اس کو انسانی ہمدردی مجبور کررہی ہے کہ وہ فیسی ازم کے خلاف خون بہائے تو وہ پچیس کروڑ ہندوستانیوں کو کیوں ہر طرح غلام بناکر موت کے گھاٹ اتارے ہوئے ہے۔ اگر اسکو جنگ کی وجہ سے فرصت نہیں ہے تو کیا وہ اجمالی طور سے ہندوستان کو آزادی دے دینے کا اعلان بذریعہ وائٹ پیپر نہیں کرسکتا ہے۔ اور کیا وہ اسی پیپر میں یہ اعلان نہیں کرسکتا کہ ہم کانسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی قبول کرتے ہیں بے شک صرف ہندوستانیوں ہی کو اپنے ملک کا دستور بنانے اور چلانے کا حق ہے۔

کیا جس طرح اس نے وزیرستان کو دردناک مظالم سے پامال کررکھا ہے

فلسطین میں آئے دن وحشیانہ قتل وغارت خونریزی اور خونخواری کا بازار گرم کئے ہوئے حضرموت پر بمباری کر کے قبضہ کر چکا ہے۔ یہ چیزیں صاف طور سے گواہی نہیں دے رہی ہیں کہ مدبرین برطانیہ کا یہ دعوے کہ ہم انسانی ہمدردی اور آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ بالکل اور از سر تا پا جھوٹ اور فریب ہے۔ اس نے ابی سینیا کی آزادی سلب ہوتے ہوئے قریبی زمانے میں دیکھا۔ مگر اس کی رگ حمیت کو جوش نہ آیا۔ البانیا کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا، مگر اس کے کان پر جوں نہ رینگی۔ اس نے چین کو برباد ہوتے ہوئے مشاہدہ کیا، مگر اس کا دل ٹھنڈا ہی رہا۔ اس نے حکومت اسپین کو موت کے گھاٹ اترتے ہوئے دیکھا، مگر اس کے بدن میں حرارت پیدا نہ ہوئی۔ صرف پولینڈ اور ناروے دنیا میں آدمی اور انسان ہیں جن کے لئے یہ موت کا بازار گرم ہے۔

وہ ادھر تو آزادی آزادی کے راگ کو الاپ رہا ہے مگر آزادی چاہنے والے احرار اور کانگریسیوں کو جیل کی کوٹھری میں برابر ٹھونستا جاتا ہے۔ ان کے کھلے ہوئے کارناموں کے بعد بھی اس کے دھوکے اور فریب میں اگر کوئی ہندوستانی مبتلا ہو رہا ہے تو اس کی عقل اور سمجھ پر رونا چاہئے۔ کیا ۱۸۵۷ء سے کر یہ تجربات کثیرہ کافی نہیں ہیں۔

لا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین اسی گذشتہ جنگ عظیم میں ہندوستانیوں نے کسقدر وفاداری کی۔ کسقدر اپنا خون بہایا۔ کسقدر اپنا مال ضائع کیا۔ مگر کیا صلہ ملا۔ کیا بجز خوش کن الفاظ اور ان کے ساتھ ساتھ رولٹ بل، جلیانوالہ باغ،

مارشل لا وغیرہ کے اور کوئی چیز ہاتھ آئی۔ من جرب المجرب حلت به الندامه
آزمودہ را آزمودن جہل است۔

بہرحال ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو ہرگز ہرگز اس ابلہ فریبی کا شکار نہ ہونا چاہیئے۔ برطانوی قوم اور برطانوی تاج کے عہد و مواثیق اور وعدوں کی حقیقت آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکی ہے۔ جب تک قابل اعتماد کوئی صورت نہ پیدا ہو۔ اسوقت تک ہندوستانیوں کو مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ اور اپنی پوری جدوجہد آزادی حاصل کرنے میں خرچ کرتے رہنا چاہیئے۔ یہی ہمارا فریضہ ہے۔

موجودہ حالت میں برطانیہ کی امداد و اعانت کا سوال

ہمارے بہت سے کوتہ عقل بے سمجھ بھائی کہتے ہیں کہ ایسی مصیبت کے وقت میں برطانیہ کو پریشان نہ کرنا چاہیئے یہ بالکل غلط فلسفہ ہے۔ ایسے ہی وقت میں برطانیہ کی خیرخواہی اور محبت کا مظاہرہ ہونا لازم ہے۔ برطانیہ نے اپنے فرائض کو عرصہ دراز سے چھوڑ رکھا ہے۔ ان کے ادا کرنے میں کوتاہی اور ٹال مٹول کر رکھی ہے۔ خدا کے پینتیس کروڑ بندوں کو انتہائی مذلت اور تکالیف میں ڈالے ہوئے ستا رہی ہے مظلوم قلب سسک رہے ہیں۔ خدائے قدوس کا غضب اسی وجہ سے جوش میں آرہا ہے۔ وہ اپنے مظلوم بندوں کے انتقام پر تلا ہوا ہے۔ اور جس طرح اس نے ظالم قوموں اور بادشاہتوں کو اپنے ضعیف بندوں کی امداد اور ان کی آہ وزاری کی دادرسی میں ہلاک اور نیست و نابود کر دیا۔ اسی طرح ان یوروپین مظالم بادشاہتوں انگلینڈ اور فرانس پر قہر کی بجلی گرا رہا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ اس خیرخواہی اور ہمدردی کی بناء پر جو کہ ہم کو تاج برطانیہ اور اس کی قوم سے چلی آتی ہے اسکو ان موجبات قہر الٰہی

اور اسباب غضب غیر متناہی سے روکیں اگر وہ کہنا نہ مانے تو اُس کا ہاتھ پکڑلیں اور قوت کو
استعمال کریں۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انصر اخاك ظالما او مظلوما قیل یارسول اللہ
کیف انصرہ ظالما قال تکفہ عن الظلم۔ جس طرح ہم اپنے عزیز و قریب کو جب کہ وہ
بُرائی کرتا ہے زبان سے کہتے ہیں۔ اور اگر نہیں مانتا تو ہاتھ سے رُوکتے ہیں۔ اور
اگر نہیں رُکتا تو طاقت اور قوت کو استعمال کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب اُس
کی خیر خواہی میں ہوتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ضروری ہے۔ بلکہ اگر ہم نے حسب
استطاعت برطانیہ کو ان مظالم سے نہ روکا تو خوف ہے کہ ہم پر بھی کہیں عتاب الٰہی
نہ برس پڑے۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان الناس اذا راؤا الظالم
لم یاخذ وعلی یدیہ یوشك اللہ ان یعمھم بعقاب فیدعونہ فلا
یستجیب لھم۔ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ جس طرح ممکن ہو برطانیہ اور
اُس کی قوم کو اللہ تعالےٰ کے غضب سے بچانے کی کوشش کی جائے اور اُس
کو خلق خدا کے ستانے سے روکا جائے، جو کہ باعث غضب الٰہی ہوا ہے۔ ورنہ
نہ روکنے والے بھی موجب غضب ہو جائیں گے۔

برطانیہ کی امداد و اعانت کا صحیح طریقہ

آج بہت سے ناعاقبت اندیش یہ کہتے ہیں کہ برطانیہ کی امداد و اعانت اس میں ہے کہ اس کو لڑنے کے لئے سپاہ اور مال دیا جائے اور اُن کی فتحمندی کی کوشش کی جائے۔ ہمارے خیال میں حسب نصوص شرعیہ یہ لوگ برطانیہ کے سخت ترین دشمن ہیں۔ اور اُس کو اور اُس کی قوم کو قعر جہنم میں جھونکنا چاہتے ہیں۔
وہ برطانیہ جس نے دُنیا کی قوموں کی آزادی سلب کرلی ہو، جو انسانی امتوں

کو غلامی کے عذاب الیم میں مبتلا کرتی اور رکھتی ہو۔ جو کہ بجز یوروپین اقوام کے تمام
ایشیائی اور افریقی اقوام وغیرہ کو انسانیت سے خارج اور مثل بہائم سمجھتی ہو جو کہ
خدا کے کروڑوں بلکہ اربوں بندوں پر مظالم کے پہاڑ نہایت سنگدلی سے ڈھاتی
رہتی ہو۔ جو کہ قوموں کی تجارت، دستکاری، دولت، حکومت، رفاہیت، عزت
زمینیں، علوم، زراعت وغیرہ چھین چھین کر اپنا پیٹ پالتی ہو۔ جو کہ ابلہ فریبی
اور مکر و دغابازی، جھوٹے وعدوں اور عہد شکنیوں سے خدا کی پیدا کی ہوئی
قوموں کو ستاتی رہتی ہو، اس کی امداد اسی میں اور صرف اسی میں ہے کہ اس کو
ان افعال شنیعہ سے روکا جائے۔ اور اگر خدانخواستہ اس کی امداد مال یا فوج یا رسد
وغیرہ سے کی گئی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ امداد کرنے والے ان تمام مظالم اور گناہوں
کے موید اور نشر کرنے والے ہیں۔ وہ خلق خدا کو اور ستانا چاہتے ہیں۔ بیشک ایسے
لوگ خدا کے قہر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ اور سخت ترین پکڑ میں مبتلا کئے جائیںگے
وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ہم کو برطانیہ کا ہمدرد اور خیر خواہ
ہونا چاہیئے۔ اسمیں ہماری اپنی خیر خواہی ہے۔ بدخواہ نہ ہونا چاہیے اس میں اپنی
بھی بدخواہی ہے۔

اگر کسی شخص میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ برطانیہ کی قول اور عمل سے حسب طریقہ
مذکورہ مدد کر سکے، تو کم از کم دل میں اس کی سنگدلی اور بربریت کو برا سمجھتے ہوئے
سکوت کو عمل میں لائے۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ
فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔ اسی بنا پر میرے سمجھ سکنے میں
جمعیتہ نے اپنا اعلان موجودہ جنگ کے متعلق صاف اور واضح الفاظ میں شائع

کر دیا تھا۔ جس کا حرف حرف صحیح اور قابل عمل تھا۔

آزادیٔ ہند کے متعلق ہماری جدوجہد

محترم بزرگو! حالات موجودہ اور زیادہ تر مجبور کرتے ہیں کہ آزادیٔ ہند کے لئے اپنی مساعی میں زیادہ سے زیادہ سرگرمی عمل میں لائی جائے۔ اور تمام خلق خدا کو عموماً اور اہل ہند کو خصوصاً اسی ذریعہ سے ہر قسم کے عذاب الیم سے نجات دلائی جائے۔ ہماری غلامی نہ صرف ہمارے لئے باعث مصائب و آفات ہی بلکہ بہت سی غیر ہندوستانی قومیں بھی اسکی وجہ سے انتہائی تکلیف میں مبتلا ہیں۔

مسلمانوں پر آزادیٔ ہند کا فریضہ سب سے زیادہ ہے اسلئے آزاد مسلم کانفرنس کا انعقاد اور اسکی مساعی مشکور ہیں

اگرچہ یہ فریضہ تمام ہندوستان کے باشندوں کا ہی مگر مسلمانوں پر یہ فریضہ سب سے زیادہ ہے چند وجوہ سے (الف) ہندوستان مسلمانوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے وطن آبائی ہے (ب) مسلمانوں کو مرنے کے بعد بھی اس سرزمین سے نفع اٹھانا ہے (ج) ہمارے پیغمبر خاتم النبیین علیہ السلام سے پہلے یہاں بہت سے پیغمبر گذرے ہیں۔ اور سب کا دین اسلام ہی تھا۔ اگرچہ لوگوں نے اسمیں تحریف و تبدیل کر دی۔ (د) انگریزی حکومت نے اس ملک کو مسلمانوں سے چھینا ہے (ﮦ) اس ملک کی آزادی میں قرب و جوار کے اسلامی ملک مثل یاغستان، افغانستان، ایران وغیرہ بہت سے مصائب اور خطرات سے محفوظ ہو جائیں گے (و) مقامات مقدسہ اور دیار عرب مصر، شام فلسطین، سوڈان، شمالی لینڈ وغیرہ جن میں اسلامی آبادی ہے اور ہندوستان کی غلامی کی وجہ سے یہ سب غلامی کی بیڑیوں میں جکڑے گئے ہیں آزاد ہو سکیں گے (ز) مسلمانوں کو

موجودہ حکومت نے تمام باشندگان ہند سے زیادہ برباد کیا ہے (ح) یہ آزادی خواہ اسلام راج کی طرف ہو، یا اہون البلیتین مشترک راج کی طرف مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے (ط) بغیر آزادی یہ ہلاک کرنیوالا افلاس اور قحط اور گرانی زائل نہیں ہوسکتے۔ اور بغیر ان کے زوال کے نہ دنیاوی زندگی بہتر ہوسکتی ہے اور نہ دینی فرائض و واجبات پوری طرح ادا ہوسکتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات دیانت کی حفاظت ہی نہیں ہوسکتی۔ کاد الفقر ان یکون کفراً بہت سے مسلمان شدت فقر و افلاس کیوجہ سے مرتد ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں (ی) بغیر آزادی بیکاری اور بے روزگاری کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ اور بغیر اس کے ازالہ کے ہر قسم کی دینی اور دنیوی مصائب سے چھٹکارا غیر ممکن ہے۔

بہرحال مسلمانوں کے لئے موجودہ غلامی سے آزاد ہونا اور اس کے لئے انتہائی جدوجہد عمل میں لانا تمام باشندگان ہند سے زیادہ تر ضروری اور لازم ہے۔

آزاد مسلم کانفرنس اور اسکی تجاویز کی توثیق و تصحیح

مسلمانان ہندوستان کا کسی وقت میں آزادی کی جدوجہد سے گریز یا تکاسل کرنا نہ شرعاً جائز ہے نہ سیاستہً یہ عقلاً درست ہے نہ نقلاً اور بحمداللہ سمجھدار اور غیرتمند مسلمان اسی عقیدے اور عمل کے پابند ہیں۔ مگر افسوس کہ ناعاقبت اندیش اور کم سمجھ مسلمانوں کے بعض اعمال اور اقوال سے دشمنان آزادی اور خود اغراض لوگوں کو موقعہ ملا کہ انھوں نے دنیا میں مشہور کردیا کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستان کی آزادی کے خواہاں نہیں ہیں، بلکہ وہ آزادخواہ قوموں کے لئے رکاوٹ بن رہے ہیں یہ شہرت بالکل غلط اور افترا تھی۔ بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کا بیدار طبقہ بلکہ اکثر افراد بالکل غلامی ہند کے مخالف اور آزادی پر جان دینے والے ہیں۔ اور بارہا اس راہ میں

تکالیف شاقہ برداشت کرچکے ہیں اور آئندہ کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ ترقی پسند اور آزادی خواہ جماعتیں مجتمع ہو کر اعلان کریں کہ ہم کسی طرح برطانوی غلامی کو ایک منٹ کے لئے بھی پسند نہیں کرتے۔ ہم آزادی کے چاہنے والے اور اس کے لئے ہر ممکن قربانی پیش کرنے والے ہیں۔ ہم پر یہ شرمناک افترا ہے کہ معاذ اللہ ہم غلامی کو پسند کرتے ہیں۔

اس لئے زعماء اسلام اور ذمہ داران قوم کو بروقت انتباہ ہوا۔ اور ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰- اپریل کو دہلی میں ترقی پسند جماعتوں، اور آزاد مسلمانوں کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ اور مناسب اور ضروری تجویزیں بحث و مباحثہ غور و خوض کے بعد پاس ہوئیں جو کہ سب کی سب قابل قبول اور مستحق عمل ہیں۔ مسلمانوں کو ان پر عمل کرنا ازبس ضروری ہے۔

متحدہ قومیت کا لزوم اور اس کے مفہوم کی حقیقت

ہم باشندگان ہندوستان بحیثیت ہندوستانی ہونے کے ایک اشتراک رکھتے ہیں، جو کہ اختلاف مذاہب اور اختلاف تہذیب کے ساتھ ہر حال میں باقی رہتا ہے۔ جس طرح ہماری صورتوں کے اختلافات، ذاتوں اور صنفوں کے تباین، رنگتوں اور قامتوں کے افتراقات سے ہماری مشترکہ انسانیت میں فرق نہیں آتا۔ اور اسی طرح ہمارے مذہبی اور تہذیبی اختلافات ہمارے وطنی اشتراک میں خلل انداز نہیں ہیں۔ ہم سب وطنی حیثیت سے ہندوستانی ہیں اور وطنی منافع کے حصول اور مضرات کے ازالہ کا فکر اور اس کے لئے جدوجہد مسلمانوں کا بھی اسی طرح فریضہ ہے۔ جس طرح دوسری ملتوں اور غیر مسلم قوموں کا۔ اسکے لئے

سب کو مل کر پوری طرح کوشش کرنی ازبس ضروری ہے۔ اگر آگ لگنے کے وقت میں تمام گاؤں کے باشندے آگ نہ بجھائیں گے، سیلاب آنے کے وقت میں تمام گاؤں کے بسنے والے بند نہ باندھیں گے تو تمام گاؤں برباد ہو جائے گا، اور سبھی کے لئے زندگی وبال ہو جائیگی اسی طرح ایک ملک کے باشندوں کا فرض ہے خواہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا پارسی، کہ ملک پر جب کوئی عام مصیبت پڑ جائے تو مشترکہ قوت سے اس کے دور کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس اشتراک وطنی کے فرائض سب پر یکساں عائد ہوئے ہیں۔ مذاہب کے اختلاف سے اس میں کوئی رکاوٹ یا کمزوری نہیں ہوتی۔ ہر ایک اپنے مذہب پر پوری طرح قائم رہ کر ایسے فرائض کو انجام دے سکتا ہے۔ یہی اشتراک میونسپل بورڈوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، کونسلوں اور اسمبلیوں میں پایا جاتا ہے۔ اور مختلف المذاہب ممبر فرائض شہر یا ضلع یا صوبہ یا ملک کو انجام دیتے اور اسکو ضروری سمجھتے ہیں۔ یہی معنی اس جگہ متحدہ قومیت کے ہیں۔ اسکے علاوہ دوسرے معانی جو لوگ سمجھ رہے ہیں وہ غلط اور ناجائز ہیں۔ اسی معنی کی بنا پر کانگریس نے فنڈامینٹل میں ہر مذہب اور ہر تہذیب اور ہر زبان اور رسم و رواج کے تحفظ کا التزام کیا ہے۔ دھوکہ نہ کھانا چاہیئے، اور بیوقوفوں کی بات پر نہ ہونا چاہیئے۔ اسکے خلاف یورپین لوگ قومیت متحدہ کے جو معنی مراد لیتے ہوں اور جو کانگریسی اشخاص انفرادی طور پر کانگریس کے فنڈامینٹل کے مفہوم کے خلاف معانی بیان کرتے ہوں اُن سے یقیناً جمعیۃ العلماء بیزار اور تبری کرنے والی ہے۔

پاکستان اور اُسکے متعلق مسائل اس زمانہ میں پاکستان کی تحریک زبان زد عوام ہے جسکو بہت سے ناسمجھ بھائی ہندوستانی مسلمانوں کے لئے تریاق بلکہ اس سے بھی زیادہ مفید بتاتے ہیں۔ اگر اس کا مطلب اسلامی حکومت علی منہاج النبوۃ (جس میں تمام احکام اسلامی حدود و قصاص وغیرہ جاری

ہوں) مسلم اکثریت والے صوبوں میں قائم کرنا ہے تو ماشاء اللہ نہایت مبارک اسکیم ہے کوئی بھی مسلمان اس میں گفت گو نہیں کرسکتا۔ مگر بحالات موجودہ یہ چیز متصور الوقوع نہیں اور اسکے اختراع کرنیوالے بھی غالباً اس کا یقین رکھتے ہیں کہ یہ چیز متصور الوقوع نہیں اور اگر اس کا مقصد انگریزی حکومت کے ماتحت کوئی ایسی حکومت قائم کرنا ہے جس کو مسلم حکومت کا نام دیا جاسکے" افسوس کہ میں باوجود غور وخوض اور کثرت مطالعہ اقوال ابھی تک اس کے افادہ کو نہیں سمجھ سکا تو میرے نزدیک یہ اسکیم محض بزدلانا اور سفیہانہ ہے جو کہ ایک طرف تو برطانیہ کے لئے ڈیلوائڈ اینڈ رول کا موقعہ بہم پہونچا رہی ہے اور یہی عمل برطانیہ نے ہر جگہ جاری کر رکھا ہے۔ ٹرکی کو اسی طرح تقسیم کیا گیا۔ عربی ممالک کو اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کرکے بانٹا گیا۔ اور یہی عمل ہندوستان میں مختلف پیرایوں سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ اسکی بھی وہی لندن آکسفورڈ، کیمبرج، شملہ، نئی دھلی وغیرہ سے ہوئی ہو۔ جیسا کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ اور دوسری طرف اسلامی ہمہ گیری کے آگے سخت روڑہ بلکہ چٹان ہے، مدافعت وطنی کے متحدہ محاذ کے راستہ میں بہت بڑی خندق ہے۔ فرقہ وارانہ جنگ جدال کیلئے نہایت زہریلا سفوف ہے۔ ہندوستانی امن و امان، خوشحالی اور فارغ البالی کے لئے سم قاتل ہے، مسلم اقلیت والے صوبوں کیلئے موت کا پیغام ہے۔ جو جو بھلائیاں آج تک اس میں دکھائی گئی ہیں ہم ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ لیڈروں نے مسلم عوام کو جذب کرنے کیلئے ایک ڈھونگ نکالا ہے کیونکہ کانگریسی حکومت کے استعفاء سے انکی جاذبیت کم ہوگئی تھی۔ واللہ اعلم

قیام امن کیلئے متفقہ طور پر بعد رضا کارانہ خدمات کی ضرورت

میرے محترم بزرگو! اس وقت جبکہ برطانوی حکومت اور اس کی قوت انتہائی مشکلات میں

مبتلا ہے۔ جس کے نتائج ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کل کو کیا پیش آنے والا ہے۔ اس لئے ہم پر بہت زیادہ ضروری ہے کہ پیش آنیوالے خطرات کا ہم ابھی سے انتظام کریں۔ ایسے اوقات میں خودغرض۔ سیاہ دل بدمعاش لوگ امن و امان میں خلل ڈالتے ہیں۔ اور اپنی حرص و آز پوری کرنے کے لئے ہر قسم کی سفاکانہ زندگی عمل میں لاتے رہتے ہیں۔ ملک میں ہر طرح کی شورش برپا کرکے جان، مال، عزت، راحت سب کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ اور ملک کو مثل جہنم بنا دیتے ہیں۔ اس لئے شدید ضرورت ہے، کہ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں اس مقصد عظیم کے لئے متحد ہو جائیں۔ اور باوجود اپنے سیاسی اختلافات کے امن و امان کی خاطر ہر قسم کی جدوجہد عمل میں لائیں۔ اور شریف النفس اور نیک دل جوانوں اور اقویاء کو والنٹیر بنائیں۔ اور ہر جگہ مکمل انتظام کے ساتھ امن و امان کے تحفظ کے لئے کوشاں ہوں۔ اس میں مسلمانوں کو ہرگز ہرگز دیر نہ کرنی چاہیئے۔ اور نہ اس میں کسی قسم کی فرقہ وارانہ چاشنی پیدا ہونے دینا چاہیئے۔ باضابطہ نظام کے ساتھ باشندگان ملک اور ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ ان والنٹیر کوروں کا نظام بھی پنچائتی ہونا چاہیئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو حکومت سے بھی اپنی باضابطہ ذمہ داری کو تسلیم کرانا چاہیئے۔

مسجد شہید گنج کے متعلق پریوی کونسل کا غلط رویہ

اس وقت ہم یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ پریوی کونسل نے مسجد شہید گنج کے متعلق جو فیصلہ قبضہ مخالفانہ کی بناء پر کیا ہے

نہایت ہی غلط اور قابل نفرت ہے۔ اور اعلان شاہی کو ئن وکٹوریہ کے بھی سراسر مخالف ہے۔ مساجد اور موقوفہ زمینیں کسی طرح بھی قبضہ مخالفانہ کی بناء پر مملوک نہیں ہو سکتیں۔ جمعیۃ العلماء نے اپنے گذشتہ تجاویز میں اس کے متعلق پوری روشنی ڈال دی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مساجد اور اوقاف کو قبضہ مخالفانہ اور تمادی کے قوانین سے مستثنیٰ کرانے کی پوری جدو جہد کریں۔

حضرات! میں آپ بزرگوں اور بالخصوص استقبالیہ کمیٹی اور اُسکے اراکین اور جناب صدر استقبالیہ اور جنرل سکرٹری اور دیگر ذمہ دار حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور جملہ حضرات کو پھر قیام امن و امان کے متعلق جدو جہد کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہوا امیدوار ہوں کہ آپ حضرات میری مذکورہ بالا تجاویز کی طرف خصوصیت سے نظر عنایت منعطف فرمائینگے"۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

دیا کہ یہ سب غیر ضروری اور ناممکن ہیں اور اگران میں سے ایک کا بھی انتظام کیا تو پھر اسی تناسب سے کرایہ میں بھی اضافہ کرنا ہوگا۔ لیکن جونہی اس ٹریفک میں سندھیا کمپنی کے داخلے سے مقابلہ کی ابتدا ہوئی تو یہی سب مطالبات کے بعد دیگرے بلا طلب پوری کرنے کی کوشش شروع کردی۔ وہی معمولی سہولتیں جنھیں غیر ضروری بتائی جارہی تھیں بلکہ "ناممکن سہولتوں کے تھا مہیا ہو نگیں"

۱۹۳۷ء کا سال حاجیوں کیلئے نیک فال تھا چونکہ اس سال نہ صرف حجاج آزار مغل لائن کمپنی کی اجارہ داری ختم ہوئی، بلکہ سندھیا کمپنی نے حاجیوں کی گذشتہ شکایتوں کی غائرانہ مطالعہ کے بعد زر کثیر صرف کرکے "المدینہ" جیسا آرام دہ اور تیز رفتار جہاز سے (جو خاص طور پر حاجیوں کیلئے بنایا گیا ہے) اس ٹریفک کی ابتدا کی۔ اور بعد میں جدید جہاز "الہند" کا اضافہ کیا۔

۱۹۳۸ء اور ۱۹۳۸-۳۹ء کے موسم حج میں مغل لائن نے اپنی واحد اجارہ داری کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے وہی کہنہ اور آزمودہ حربہ ریٹ وار کا استعمال شروع کردیا۔ تاکہ یہ خالص دیسی کمپنی بھی گذشتہ نصف درجن اسلامی کمپنیوں کی طرح خسارہ کی تاب نہ لا کر اس ٹریفک کو چھوڑ دے اس ہولناک شرح کرایہ کی جنگ کے دوران میں جب تک سندھیا کمپنی کا کوئی جہاز بندرگاہ میں موجود رہا آمد و رفت کے ٹکٹ مغل لائن نے بیشتر ۲۰ اور ۲۵ روپیہ میں فروخت کیا۔ اور جونہی بندرگاہ میں سندھیا کمپنی کا کوئی جہاز نہ رہا۔ اسی ٹکٹ کی قیمت ۱۲۰ اور ۱۲۵ روپیہ سے ۱۶۷ روپیہ کردی تھی جن سے ان غریب حاجیوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا جو اپنے وطن میں مغل لائن کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے ٹکٹ کی قیمت صرف ۲۰ اور ۲۵ روپیہ سنکر بمبئی اور کراچی چلے آئے تھے اور بندرگاہ پہونچکر مایوس و محروم در بدر کی ٹھوکریں کھاتے تھے۔

سندھیا کمپنی نے اس ٹریفک میں داخلے کے ساتھ ہی ڈیک میں بجلی کے پنکھے، لائبریری، باجماعت نماز، ہوا خوری اور مستورات کے لئے بھی علیحدہ جگہ اور وعظ و اعلان وغیرہ کے لئے میکروفون وغیرہ کا خاص انتظام کرکے اس ٹریفک کی کایا پلٹ دی۔ اور جہاز "المدینہ" نے متعدد بار بمبئی سے جدہ کی مسافت ۶ دن اور چند گھنٹے سے جدہ کی مسافت ۶ دن اور چند گھنٹے میں طے کر کے ریکارڈ قائم کردیا۔

لیکن سندھیا کمپنی کے داخلہ کو تیسرے سال ہی یعنی ۱۹۳۹ء کے اواخر میں حکومت ہند نے اس کو (ایک) غیر منصفانہ تقسیم سے جس کے ذریعہ اس ٹریفک کا ۷۵ فیصدی حصہ مغل لائن کو

اور اس دیسی کمپنی کو حجاج کی اعلیٰ خدمات کے باوجود صرف ۲۵ فیصدی حصہ ملتا ہے۔ سندھیا کو مجبور کر دیا کہ سالِ رواں کیلئے اپنے جہازوں کی روانگی بطور احتجاجاً ملتوی کر دے۔ حکومت کے اس فیصلہ کے خلاف ملک کے طول وعرض سے احتجاج ہوا۔ لیکن حکومت نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی آخر ش کار سندھیا کمپنی کے فیصلۂ التوائے سے پھر ایک سال کیلئے اس ٹریفک کی واحد اجارہ داری مغل لائن کو مل گئی۔ مغل لائن نے اس ٹریفک کا ۷۵ فیصدی حصہ اپنے ساتوں جہازوں کو دکھلا کر حکومت ہند سے حاصل کیا تھا لیکن بعد میں صرف دو تین جہازوں سے کام لیا۔ جس کی وجہ سے حاجیوں کو جہاز کے انتظار میں ۲۰-۲۵ روز اور بعض حاجیوں کو ایک ماہ تک جدہ میں قیام کرنا پڑا۔ اور جہاز پر خراب سے خراب خوراک دی گئی۔ اور ناقص طبی امداد نے اموات کا سلسلہ لگا دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ گذشتہ دو سال کے ریٹ وار کے خسارہ کی تلافی کے لئے حاجیوں سے پورا کرایہ وصول کیا۔ ان تمام شکایتوں کی اخبارات میں ابتک گونج ہے مغل لائن کی اس حجاج آزاری کو ختم کرنے کے لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ متحدہ طور پر عملی قدم اٹھائے۔

ہر دو کمپنیوں کی جہازوں کا موازنہ!

مندرجہ ذیل نقشہ سے ہر دو کمپنیوں کے جہازات کے وزن اور حجاج لیجانیکی تعداد ظاہر ہے جن کا اگر مقابلہ کیا جائے تو بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ کونسی کمپنی کے جہازات وزنی ہونیکے باوجود کم تعداد لے جانے کے باعث زیادہ آرام دہ ہو سکتے ہیں؟

ہندوستانی کمپنی حج لائن کی جہازات			برطانوی کمپنی مغل لائن کے جہازات		
نام جہاز	وزن ٹن میں	مسافر لیجانیکی تعداد	نام جہاز	وزن ٹن میں	مسافر لیجانیکی تعداد
			علوی	۳۵۶۶	۱۰۳۰
المدینہ	۴۱۰۰	۸۹۶	جہانگیر	۳۵۶۶	۱۰۳۰
			خسرو	۴۰۴۳	۱۳۹۶
انگلستان	۴۸۰۰	۸۳۰	اکبر	۴۰۴۳	۱۳۹۶
			رحمانی	۵۲۹۱	۱۶۰۱
الہند	۵۳۰۰	۹۱۲	رضوانی		
			اسلامی		